﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۴ /مارچ ۲۰۰۳ء | شمارہ ۱۱

۱۱/محرم ۱۴۲۴ ہجری قمری ۱۴/امان ۱۳۸۲ ہجری شمسی

فجر اور عصر کی نماز کی اہمیت

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، رات کا وقت تھا۔ آپؐ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے پروردگار کو اسی طرح بلا روک ٹوک دیکھو گے جس طرح اس چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس شرف کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہو تو فجر اور عصر کی نماز وقت پر پڑھنے میں کوتاہی نہ ہونے دو۔

(بخاری کتاب التوحیدوالرد علی الجهمية و غیر هم)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

انسان کا اسم اعظم استقامت ہے۔ آپ استقامت کے حصول کے لئے مجاہدہ کریں۔ استقامت کے بعد انسانی دل پر ایک برودت اور سکینت کے آثار پائے جاتے ہیں

”نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الٰہیہ کا مورد بنا دیتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام صفات کو اس کے تابع رکھا ہے۔ اب ذرا غور کرو۔ نماز کی ابتدا اذان سے شروع ہوتی ہے۔ اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لا الٰہ الا اللہ یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس میں اوّل اور آخر میں اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہے، نہ کچھ اَور۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملّت میں نہیں ہے۔ پس نماز جو دعا ہے اور جس میں اللہ کو جو خدائے تعالیٰ کا اسم اعظم ہے مقدم رکھا ہے۔ ایسا ہی انسان کا اسم اعظم استقامت ہے۔

اسم اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (الفاتحہ:۶) میں اس کی طرف ہی اشارہ فرمایا ہے اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ﴿الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ (حم السجدہ:۳۱) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے نیچے آ گئے اور اس کے اسم اعظم استقامت کے نیچے جب بیضۂ بشریت رکھا گیا پھر اس میں اس قسم کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ ملائکہ کا نزول اس پر ہوتا ہے اور کسی قسم کا خوف وحزن ان کو نہیں رہتا۔

میں نے کہا ہے کہ استقامت بڑی چیز ہے۔ استقامت سے کیا مراد ہے؟ ہر ایک چیز جب اپنے عین محل اور مقام پر ہو وہ حکمت اور استقامت سے تعبیر پاتی ہے۔ مثلاً دوربین کے اجزاء کو اگر جدا جدا کر کے ان کو اصل مقامات سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھ دیں وہ کام نہ دے گی۔ غرض وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ مَحَلِّهٖ کا نام استقامت ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ ہیئت طبعی کا نام استقامت ہے۔ پس جب تک انسانی بناوٹ کو ٹھیک اسی حالت پر نہ رہنے دیں اور اُسے مستقیم حالت میں نہ رکھیں وہ اپنے اندر کمالات پیدا نہیں کر سکتی۔ دعا کا طریق یہی ہے کہ دونوں اسم اعظم جمع ہوں۔ اور یہ خدا کی طرف جاوے، کسی غیر کی طرف رجوع نہ کرے خواہ وہ اس کی ہوا و ہوس ہی کا بت کیوں نہ ہو۔ جب یہ حالت ہو جائے تو اس وقت ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ کا مزا آ جاتا ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ آپ استقامت کے حصول کے لئے مجاہدہ کریں اور ریاضت سے اُسے پائیں کیونکہ وہ انسان کو ایسی حالت پر پہنچا دیتی ہے جہاں اس کی دعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو عدم قبولیت دعا کے شاکی ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ افسوس تو یہ ہے کہ جب تک وہ استقامت پیدا نہ کریں دعا کی قبولیت کی لذت کو کیونکر پا سکیں گے۔ قبولیت دعا کے نشان ہم اس دنیا میں پاتے ہیں۔ استقامت کے بعد انسانی دل پر ایک برودت اور سکینت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی بظاہر ناکامی اور نامرادی پر بھی دل نہیں جلتا۔ لیکن دعا کی حقیقت سے ناواقف رہنے کی صورت میں ذرا ذرا سی نامرادی بھی آتش جہنم کی ایک لپٹ ہو کر دل پر مستولی ہو جاتی ہے اور گھبرا گھبرا کر بے قرار کئے دیتی ہے۔ اسی کی طرف ہی اشارہ ہے۔ ﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ﴾ (الھمزہ:۷۔۸) بلکہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تپ بھی نار جہنم کا ایک نمونہ ہے۔

اب یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پا جانا تھا۔ اس لئے ظاہری طور پر ایک نمونہ اور خدا نمائی کا آلہ دنیا سے اُٹھنا تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان راہ رکھ دی کہ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ (آل عمران:۳۲) کیونکہ محبوب اللہ مستقیم ہی ہوتا ہے۔ زیغ رکھنے والا کبھی محبوب نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وجود ظلّی طور پر قیامت تک رہتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ مجددین کے اسماء آنحضرت ﷺ کے نام پر ہی ہوتے ہیں۔ یعنی ظلّی طور پر وہی نام ان کو کسی ایک رنگ میں دیا جاتا ہے۔

شیعہ لوگوں کا یہ خیال کہ ولایت کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گیا محض غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں، مجموعی طور وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قیامت تک رکھے گا“۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۰ تا ۲۳ مطبوعہ لندن)

جس پر کوئی احسان کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ احسان سے چکائے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اس کا تذکرہ کرے

غریب بچیوں کی باعزت رخصتی کے لئے ”مریم شادی فنڈ“ کی نہایت مبارک تحریک میں احباب جماعت نے دل کھول کر قربانی میں حصہ لیا ہے

ایک ہفتہ کے اندر اندر نقد رقوم اور وعدوں کی صورت میں ایک لاکھ ۹ ہزار پاؤنڈز سے زائد اکٹھا ہو گیا ہے۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۸/ فروری ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۸/فروری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے شکر کا مضمون جاری رکھتے ہوئے سورۃ النساء آیت ۱۴۸ ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ ......﴾ کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد آنحضور ﷺ کی بعض احادیث پیش فرمائیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جس پر کوئی احسان کیا جائے تو

وہ اس کا بدلہ احسان سے چکائے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ اس کا تذکرہ کرے کیونکہ جس نے اس کا ذکر کیا تو گویا اس نے شکرادا کیا۔

حضور ایدہ اللہ نے حدیث کے حوالہ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سال کی پہلی بارش پر سر سے کپڑا وغیرہ اتارتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے رب سے تازہ تازہ آئی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے۔ پھر یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بارش کا پہلا قطرہ اپنی زبان کھول کر اپنی زبان پر لیا کرتے تھے۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کے اپنے عزیزوں اور خادموں سے قدر دانی کے جذبات کا بھی اس موقع پر ذکر فرمایا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ جب گھر میں آتے تھے تو حضرت خدیجہ کا بہت پیار اور محبت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے اس سے بہتر بیوی عطا نہیں فرمائی۔ خدیجہؓ نے اس وقت مجھے قبول کیا جبکہ کوئی دوسرا قبول کرنے والا نہیں تھا۔ اس نے اس وقت میری مدد فرمائی جبکہ میرا کوئی مدد فرمانے والا نہیں تھا اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچے بھی عطا فرمائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آغاز اسلام سے ہی خاص قربانیوں اور خدمت کی توفیق پائی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیشہ اُن کی خدمات کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: جب اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم سب نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے میری سچائی کی گواہی دی اور اپنی جان اور مال سے میری مدد کی۔ کیا تم میرے اس ساتھی کی دلآزاری سے باز نہیں رہ سکتے۔ پھر اپنی وفات کے قریب کے عرصے میں فرمایا: لوگوں میں سے اپنی ہمہ وقت مصاحبت اور مال کے ساتھ مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر نے کیا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو گہرا دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں کے لئے دعا کے ذریعہ بھی شکر کا اظہار فرماتے تھے چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے یوں دعا کی کہ: اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے، اُس نے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کی اور دار الھجرۃ کی طرف مجھے ساتھ لے کر گئے، بلال کو اپنے ذاتی مال کے ذریعہ آزاد کرایا۔ اللہ عمر پر بھی رحم فرمائے وہ ہمیشہ حق بات کہتا ہے خواہ کڑوی ہی ہو...... اللہ عثمان پر بھی رحم فرمائے۔ اُس سے فرشتے بھی حیا محسوس کرتے ہیں۔ اللہ علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ! جدھر بھی وہ ہو تو حق کو اسی طرف کردے۔

حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ جن غیر مسلموں نے آنحضرت ﷺ سے احسان کا سلوک کیا انہیں بھی آپ قدر کی نگاہ سے یکھتے تھے۔ شاہ حبشہ نجاشی نے ہجرت حبشہ کے موقعہ پر صحابہ کرام پر بڑا احسان کیا ہوا تھا۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب اس کی موت کی خبر سنی تو اس کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ حضور ایدہ اللہ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ نماز جنازہ غائب پڑھانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی بعثت سے پہلے ایک دفعہ "نعمۃ الباری" نام کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا جس میں آپ خدا تعالیٰ کے احسانات بیان کرنا چاہتے تھے لیکن پھر اس خیال سے اس ارادہ کو ترک کردیا کہ خدا تعالیٰ کے احسانات تو بارش کے قطروں کی طرح پھیلے پڑے ہیں میں بھلا کیسے ان کا احاطہ کرسکتا ہوں۔ آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی خدام کو خواہ وہ آپ کے تنخواہ دار ملازم تھے یا آپ کے ساتھ سلسلہ بیعت میں خادم تھے حقیر اور کم پایہ نہیں سمجھا۔ بلکہ انہیں اپنے کنبہ کا ایک فرد اور اپنے اعضاء کا ایک جزو یقین کیا۔ اور اپنے عمل سے ہمیشہ دکھایا کہ کسی معاملہ میں کبھی کسی قسم کی ہتک ان کی پسند نہیں فرمائی۔

حضور ایدہ اللہ نے اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کی خدمت پر رشک فرمایا کرتے تھے خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا تو آپؑ نے متعدد بار بڑے رشک سے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے چند غلاموں کے واقعات بیان کئے جنہوں نے اس وقت چند آنے یا چند روپے دے کر مالی قربانی میں حصہ لیا حضور نے یہ واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج بڑی سے بڑی قربانی کرنے والا بھی اس معیار کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی ان قربانیوں کا ذکر خود اپنے ہاتھ سے اپنی کتب میں فرمایا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے آخر پر فرمایا کہ پچھلے خطبہ جمعہ میں مَیں نے غریب بچیوں کی شادی کے لئے تحریک کی تھی کہ شادی کے لئے کچھ رقم پیش کریں مجھے تعجب ہوا ہے کہ جماعت نے اس طرح دل کھول کر اس قربانی میں حصہ لیا ہے کہ آسمان سے خدا تعالیٰ کے فضلوں کی بارش ہوئی ہے۔ ان کا انفرادی سب کا ذکر تو میرے لئے ممکن نہیں لیکن کچھ میں ذکر کر بھی دیتا ہوں اس وجہ سے کہ بعض دفعہ خفیہ بھی کرنا چاہئے اور اعلانیہ بھی قربانی کرنی چاہئے۔ اس سے دوسرے لوگوں کو تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس مدّ میں ایک ہفتہ کے اندر اندر نقد رقوم اور وعدوں کی صورت میں ایک لاکھ ۹ ہزار پاؤنڈ سے زائد اکٹھا ہو گیا ہے۔ اور بعض خواتین نے اپنے زیورات پیش کردیئے ہیں۔ الحمدللہ علی ذالک۔ حضور نے فرمایا کہ جو کمیٹی اس کام کے لئے بیٹھی ہوئی تھی ان کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس فنڈ کا نام مریم شادی فنڈ رکھا گیا ہے۔ امید ہے اب یہ فنڈ کبھی ختم نہیں ہوگا اور ہمیشہ غریب بچیوں کو عزت کے ساتھ رخصت کیا جاسکے گا۔ اگرچہ مناسب رقم دیں گے بہت زیادہ نہیں مگر کسی غریب ماں باپ کو یہ غم نہیں رہے گا کہ ہم نے اپنی بیٹی کو کچھ نہیں دیا۔ عزت کے ساتھ چند کپڑوں میں ملبوس اچھی طرح رخصت کریں گے۔

حضور نے فرمایا کہ جماعتوں کی طرف سے ۹۵,۸۰۳ پونڈ اور انفرادی ادائیگیاں ۱۳,۵۳۰ پونڈ کی ہیں۔ ٹوٹل ایک لاکھ نو ہزار ۳۳۳ پونڈ، دو عدد طلائی سیٹ اس کے علاوہ ہیں۔ جماعت کینیڈا ایک لاکھ کینیڈین ڈالر یعنی چالیس ہزار تین سو تیس پونڈ دے کر باقی تمام جماعتوں پر بہت بڑی سبقت لے گئی ہے۔

نڈر احمدی، معروف قانوندان اور خادم سلسلہ امیر ضلع راجن پور

مکرم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ کو شہید کر دیا گیا

۱۹۶۱ء میں بیعت کی، اسیر راہ مولیٰ ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا

(پریس ڈیسک) امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع راجن پور محترم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ مورخہ ۲۵/فروری ۲۰۰۳ء بروز منگل نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ سے ۶۱ سال کی عمر میں شہید کر دیئے گئے۔

تفصیلات کے مطابق مورخہ ۲۵/فروری رات ساڑھے نو بجے آپ اپنے دفتر میں جو آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہے بیٹھے کام کررہے تھے۔ اس وقت آپ کے پاس آپ کا بھائی (جو غیر از جماعت ہیں) اور بیٹی بھی بیٹھی ہوئی تھی کہ دو حملہ آور دفتر میں آئے انہوں نے میاں صاحب کی بیٹی کو کہا کہ تم اندر چلی جاؤ۔ اس کے اٹھتے ہی انہوں نے فائرنگ کردی اور میاں اقبال احمد صاحب موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ آپ کے بھائی نوید الحسن کو مقامی ہسپتال میں پہنچایا گیا جہاں ایک کامیاب اپریشن کے بعد ان کی حالت خطرے سے باہر بیان کی جاتی ہے۔

شہید مرحوم کا مختصر تعارف:

محترم میاں اقبال احمد صاحب تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی اور پھر میٹرک کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۲۳/اپریل ۱۹۶۱ء کو بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۶/مارچ ۱۹۷۰ء کو نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ کئی سال پہلے دفتر وصیت میں اپنے تجہیز و تکفین کے اخراجات کی رقم جمع کروا چکے تھے۔ آپ ایم اے اسلامیات اور ایل ایل بی پاس تھے اور راجن پور میں وکالت کے پیشہ سے وابستہ تھے۔

جماعتی خدمات:

۱۹۷۱ء میں آپ نائب امیر ضلع ڈیرہ غازی خان مقرر ہوئے اور جب ۱۹۸۰ء میں راجن پور ضلع بنا تو آپ راجن پور کے امیر ضلع مقرر ہوئے اور ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۲ء کے عرصہ کے علاوہ تاحال اس عہدہ پر خدمات بجالا رہے تھے۔ مجالس شوریٰ میں بھرپور شرکت کرتے اور اپنی آراء پیش کرتے۔ حکومتی آرڈیننس کے تحت آپ پر متعدد مقدمات قائم ہوئے اور آپ کو اسیر راہ مولیٰ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ نے اپنے پسماندگان میں اپنی پہلی مرحومہ بیوی مکرمہ بشریٰ صاحبہ بنت میاں عارف محمد صاحب مرحوم (فیکٹری ایریا ربوہ) سے ایک بیٹا دو بیٹیاں اور دوسری بیوی مکرمہ امۃ المجید صاحبہ جو کہ معروف شاعر عبدالسلام اسلام صاحب کی ہمشیرہ ہیں سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہیں۔

نماز جنازہ:

آپ کی نماز جنازہ ۲۷/فروری ۲۰۰۳ء جمعرات صبح ۹ بجے احاطہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ تمام لواحقین کو صبر جمیل دے۔ تمام احمدیوں کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

غزل

تو مری روح میں سمایا ہے — دل پہ ہر دم نزول ہے تیرا
بس ترے ہجر کے سوا اے دوست — اور سب کچھ قبول ہے تیرا
اک اشارے میں کائناتیں ہیں — حرف بحرالعقول ہے تیرا
میرا مذہب ہے تجھ پہ مٹ جانا — میری دنیا حصول ہے تیرا
جب میسر تھا قُرب قدر نہ کی — اب ترسنا فضول ہے تیرا
زندگی کا تمام تر عرصہ — اے شب ہجر! طول ہے تیرا
تجھ سے مل کر بھی مل نہیں پایا — اب بھی شاعر ملول ہے تیرا
اے مری گمشدہ محبت دیکھ — آج بھی دل میں سُول ہے تیرا

(آصف محمود باسط)

(اہل پنجاب کی اجازت، اور اہل زبان سے معذرت کے ساتھ)

اسلامی نظامِ تمدّن الہامِ الٰہی پر مبنی ہے

دنیا میں کبھی امن نہیں ہوسکتا جب تک تمدّن کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ذیل میں اسلامی نظام تمدّن کے متعلق سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطاب کا ایک حصہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے جس میں آپ نے خصوصیت سے نکاح و شادی بیاہ اور ازدواجی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ذکر فرمایا ہے۔ آج یورپ اور امریکہ کے تمدّنی نظام نے ازدواجی زندگیوں میں جو زہر گھولے ہیں اور جس طرح میاں بیوی کے درمیان تعلقات کے تقدس کو پارہ پارہ کرکے خاندانی نظام اور سوسائٹی کے امن کی دھجیاں بکھیر دی ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایسے میں ضرورت ہے کہ نہ صرف ان لوگوں کو اسلامی نظام تمدّن کے اصولوں سے آگاہ کیا جائے بلکہ ان اصولوں پر عملدرآمد کرکے اپنے پاکیزہ اور دلکش نمونے سے بتایا جائے کہ ان کے لئے معاشرتی امن کے حصول کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اس نظامِ تمدّن کو اپنائیں جس کی بنیاد الہام الٰہی پر ہے اور وہ اسلامی نظام تمدّن ہے۔

(مدیر)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''تمدّن کے معنی ہیں۔ مدنیت، شہریت، چند آدمیوں کا مل کر رہنا۔ جب چند آدمی مل کر رہیں تو کئی قسم کی دقتیں پیش آتی ہیں کیونکہ ہر شخص کی خواہشات دوسرے کے تابع نہیں ہوتیں اور بسا اوقات ٹکرا جاتی ہیں۔ مثلاً ایک پھول ہے۔ دو آدمیوں کی خواہش ہے کہ اسے حاصل کریں۔ اب اگر وہ مل کر رہنا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا قانون ہونا چاہئے جو یہ بتائے کہ وہ کون لے۔ اکٹھے مل کر رہنے کے لئے کوئی اصول مقرر کرکے ان پر چلنا ہوگا۔ وگرنہ سر پھٹول جاری ہوجائے گی اور اسی غرض سے دنیا نے کئی انتظام کئے ہیں۔

تمدّن کے دوام کے لئے عورت مرد مل کر رہتے ہیں جو میاں بیوی کہلاتے ہیں۔ وہ آئندہ نسل کی ذمہ داری اپنے سر پر لیتے ہیں اسے خاندان کہا جاتا ہے۔ پھر محلّہ والوں کے ساتھ تعلقات کو نظام میں لانے کے لئے اَور قوانین کی ضرورت ہے۔ پھر ان قوانین پر عمل کرانے کے لئے راجہ یا نواب یا بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر ایک دوسرے سے لین دین، شادی غمی، موت پیدائش وغیرہ معاملات کے لئے آئین وضوابط ضروری ہیں اس کے لئے قضاء یا ججوں وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے۔ گویا ان قوانین کا نام جن سے بنی نوع انسان آرام سے رہ سکیں اور باہمی جھگڑے دور ہوجائیں تمدّن ہے۔

اس کے متعلق پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس انتظام کو لوگ قبول کیوں کریں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قانون فلاں نے اس لئے بنایا ہے کہ مجھے نقصان پہنچائے میں اسے نہیں مانتا۔

تمدّن قائم کرنے والے کہتے ہیں ایسی مشکلات کو دور کرنے کے لئے بادشاہ چاہئے جس کے پاس فوج اور پولیس ہو تا کہ لوگوں کو سزا دے کر ٹھیک کردے۔ مگر کہا جاسکتا ہے کہ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ جس کے پاس زیادہ زور ہوگا وہی حکومت کرے گا۔ اگر یہ اصول صحیح مان لیا جائے تو رعایا میں سے جس کا زور چلے گا وہ بھی چلائے گا اسے پھر ہم کس اصول کی بنا پر روک سکیں گے۔ اور یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب آج تک دنیا نہیں دے سکی۔ یہی وجہ ہے کہ بغاوت کو دور کرنے یا اسے ناجائز منوانے کے لئے دنیا کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جو دلیل دی جائے باغی وہی بادشاہ پر چسپاں کردیتے ہیں۔ گویا جو تمدّن کی بنیاد ہے اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ کیوں ایک دوسرے کی بات مانیں اور کیوں اپنا حق چھوڑ دیں۔ اس کا جواب دنیا معلوم نہیں کرسکی۔

لیکن رسول کریم ﷺ نے اس سوال کا جواب دیا ہے۔ فرمایا: دیکھو تمہارے تمدّنی اختلافات کی بنیاد یہ ہے کہ ہم کیوں کر یہ مان لیں کہ جس کے ہاتھ میں فیصلہ کرنے کا کام ہے وہ منصف اور عادل ہے۔ ممکن ہے وہ دشمن سے سختی اور دوست سے نرمی کا برتاؤ کرے۔ پھر کس طرح تسلیم کرلیں کہ وہ صحیح فیصلہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا: یہ دلیل ٹھیک ہے۔ واقعہ میں لوگوں کے فوائد اس طرح ہیں، کوئی کسی کا رشتہ دار ہے، کسی کا کسی سے دوستی اور کسی سے دشمنی اور بعض سے منافرت اس لئے ان حالات کی موجودگی میں انسانوں کے قواعد قابل اعتماد نہیں ہوسکتے اور وہ یقیناً غلط ہیں۔

دراصل تمدّن کی بنیاد الہام پر ہونی چاہئے اور تمدّنی قوانین اس ذات کی طرف سے ہونے چاہئیں جس کی نہ کسی سے رشتہ داری ہے اور نہ کسی سے دشمنی۔ عورتوں سے پوچھو کہتی ہیں مردوں کے ہاتھ میں چونکہ قانون بنانا ہے اس لئے جس طرح چاہتے ہیں بنالیتے ہیں۔ ہندوستانی کہتے ہیں ملکی قوانین انگریزوں نے اپنی قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ہم سول نافرمانی کرتے ہیں۔ گاندھی جی کہتے ہیں ہم انگریزوں کا قانون نہیں مانتے وہ ہمارے مخالف ہیں۔

مگر خدا تعالیٰ کے قوانین کے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ خدا تعالیٰ کو اس سے غرض نہیں کہ لنکا شائر کا کپڑا فروخت ہو یا نہ ہو اور ہندوستان کی روئی بکے یا نہ بکے، نہ اسے کسی ملک کے نمک سے سروکار ہے اُس کے نزدیک سب یکساں ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر فرمایا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ خدا ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ سب چیزیں اسی سے طاقت پاتی ہیں۔ وہ جس قانون کو جاری کرتا ہے وہ ایسے سرچشمہ سے نور حاصل کرتا ہے کہ جو لَا شَرْقِیَّۃ وَّلَا غَرْبِیَّۃ۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ گویا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر بتایا کہ **دنیا میں کبھی امن نہیں ہوسکتا جب تک تمدّن کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔** باقیوں نے کہا ہم تمدّنی قوانین بنائیں گے اور اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے تمدّنی امور میں دخل دیا ہے۔ اب وہ لوگ دھکّے کھا کھا کر وہیں آرہے ہیں جہاں اسلام لانا چاہتا ہے۔ **تعلقات خواہ میاں بیوی کے ہوں یا ماں باپ کے، بھائی بھائی کے ہوں یا بہن بھائی کے، رعایا اور راعی کے ہوں یا مختلف حکومتوں کے سب میں دنیا اسلام کی طرف آرہی ہے۔**

پس پہلی بنیاد جو تمدّن کے متعلق رسول کریم ﷺ نے رکھی وہ یہ تھی کہ تمدّن کی بنیاد الہام پر ہونی چاہئے وَاِلَّا بعض کو شکوہ رہے گا کہ بعض کی رعایت کی گئی ہے۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جو تمدّن رسول کریم ﷺ نے پیش کیا وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ لیکن یہ ثابت ہوجانے کے بعد کہ واقعی خدا کی طرف سے ہے اس پر رعایت کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں جو قوانین لوگ بناتے ہیں ان کے متعلق تو یہ خیال ہوسکتا ہے کہ بنانے والے کو اس کا حق بھی تھا یا نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے متعلق اس قسم کا اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب یہ ثابت ہوجائے کہ یہ قانون فی الواقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے جملہ تمدّنی امور کے متعلق ایسے قوانین بنائے ہیں کہ ان میں کوئی رخنہ یا نقص نہیں نکالا جاسکتا اور ایسی تعلیم دی ہے کہ اس کے ذریعہ انسانوں کا باہم مل کر بیٹھنا ممکن ہوگیا ہے۔

دنیا میں **تمدّنی امور میں پہلی چیز شادی یعنی میاں بیوی کے تعلقات ہیں** اسی سے نسلِ انسانی چلتی ہے اس کے متعلق ہی اسلامی تعلیم کو اگر دیکھ لیا جائے تو ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

دنیا میں شادی عام طور پر یا تو زور سے کی جاتی ہے یا محبت سے۔ زور سے شادی دو قسم کی ہوتی ہے یا تو مرد زبردستی کسی عورت سے شادی کرلے اور یا لڑکی کے والدین زبردستی جس سے چاہیں شادی کردیں۔

بابل کی حکومت میں یہی قانون رائج تھا کہ لڑکیاں جب جوان ہوجاتیں تو والدین انہیں مارکیٹ میں لاکر اس لئے کھڑا کردیتے کہ ہم نے اسے پال پوس کر جواُن کیا ہے اب کون اس کی زیادہ قیمت دیتا ہے اور جوان کی منشاء کے مطابق قیمت دے دیتا وہ لے جاتا، لڑکی کو اس میں کوئی اختیار نہ تھا۔ ہمارے ملک میں بھی یہی رواج ہے۔ یہاں اگرچہ مارکیٹ میں تو نہیں لے جاتے مگر گھر میں قیمت لے لیتے ہیں۔ اگر کہو کہ لڑکی کو مارکیٹ میں لے جاؤ تو کہیں گے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے لیکن یوں گھر میں روپیہ لے لیں گے۔ حالانکہ یہ حماقت ہے۔ اگر قیمت ہی لینی ہے تو زیادہ سے زیادہ لینی چاہئے۔ غالبؔ نے کہا ہے:

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو

یعنی اگر مجھے سر ہی پھوڑنا ہے تو اے معشوق تیرے دروازہ پر ہی کیوں پھوڑوں۔ جہاں چاہوں پھوڑ سکتا ہوں۔ اسی طرح اگر لڑکیوں کو بیچنا ہی ہو تو زیادہ قیمت پر مارکیٹ میں کیوں نہ لے جائیں۔ ہمارے ملک میں نوّے فیصدی زمیندار لڑکیوں کو بیچتے ہیں۔ اس کے لئے باقاعدہ سودا کرتے ہیں اور دو سو، چار سو، پانچ سو، ہزار غرض کہ جس قدر بھی قیمت مل سکے وصول کرتے ہیں۔ وہ اپنی لڑکیوں کے لئے اچھا خاوند تلاش نہیں کرتے بلکہ جو زیادہ پیسہ دے اور اس طرح بسا اوقات جوان لڑکیاں بوڑھوں سے، شریف بدمعاشوں سے، لائق نالائقوں سے اور عقلمند بیوقوفوں سے بیاہ دی جاتی ہیں۔ گویا ایک طریق زور سے شادی کردینے کا تو یہ ہے کہ ماں باپ قیمت لے کر جہاں چاہیں لڑکی کو بیاہ دیں۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے خاوند کی اگر موت بھی ہوجائے تو لڑکی آزاد نہیں ہوسکتی۔ اسے خاوند کے بھائی یا کسی اور رشتہ دار سے بیاہ دیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے قیمت ادا کرکے اسے خریدا ہوتا ہے۔ اور بیوہ ہوجانے کی صورت میں اگر ماں باپ اسے اپنے گھر لاتے ہیں تو چوری یا کسی حیلہ سے کیونکہ بصورت دیگر جہاں لڑکی بیاہی ہوتی ہے وہ ادا کردہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس طرح ایسی لڑکی نہ صرف خاوند کی زندگی میں بلکہ اس سے آزادی کے بعد بھی قید ہی ہوتی ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے جو ہندوؤں یا انگریزوں میں بھی رائج تھا کہ مرد جبر سے لے جائے۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے اپنی لڑکیوں کو پیش کردیتے کہ کون اسے چھین کر لے جاتا ہے اسے سوئمبر کی رسم کہا جاتا۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے امیدوار ہو کر آتے۔ طاقتوں کا مظاہر کرتے اور جو سب کو مغلوب کرلیتا وہ اس لڑکی کا خاوند ہوجاتا۔ خواہ وہ بدصورت ہی ہو یا جاہل یا نقائص اخلاقی اپنے اندر رکھتا ہو۔

انگریزوں میں لڑکی کی مرضی سے شادی کا دستور ہے مگر وہ مرضی بھی غیر مرضی کے برابر ہے۔ وہاں یہ طریق ہے کہ لڑکی لڑکا آپس میں ملیں، ایک دوسرے سے محبت کریں اور جب پسند آجائے تو شادی کرلیں۔ کسی اور کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے چونکہ جذبات کی دنیا سب پر غالب ہے اس طریق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہنگامی جذبات کے ماتحت وہ اخلاق وشرافت وغیرہ تمام اوصاف بھول جاتے ہیں۔ صرف مال اور حسن وغیرہ کو دیکھ کر شادی کرلیتے ہیں اور جذبات جب ابھرتے ہیں تو عقل اور ہوش و حواس کھو دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے چور، ڈاکو اپنے آپ کو شریف اور امیرزادہ ظاہر کرکے امراء کی لڑکیوں سے شادی کرلیتے ہیں اور پھر تباہ کردیتے ہیں۔ سات آٹھ سال کا عرصہ ہوا اخباروں میں ایک شادی کا بہت چرچا ہوا۔ جرمنی میں ایک شخص آیا اور اس نے اپنے آپ کو روس کا شہزادہ ظاہر کرکے قیصر جرمنی کی ہمشیرہ سے شادی کرلی حالانکہ وہ فی الواقع

کسی باورچی خانہ میں برتن مانجھنے والا تھا جس نے کسی نہ کسی طریق سے روپیہ حاصل کر کے یہ فریب کیا جو جلد ہی ظاہر ہو گیا۔ تو محض اپنی مرضی کی شادی کا انجام بھی اچھا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس حالت میں اخلاق اور شرافت وغیرہ امور کو کوئی نہیں دیکھتا۔ مال و دولت یا حسن پر لٹو ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے شادی کے متعلق جو تعلیم دی اس سے پہلے شادی کی حکمت بتائی اور پھر یہ بتایا کہ شادی کیونکر کرنی چاہئے۔ میاں بیوی کی ذمہ داریاں کھول کھول کر بیان کیں، نتائج بتائے اور پھر بتایا کہ شادی دونوں کی مرضی سے ہونی چاہئے مگر اس طرح کہ اس میں ماں باپ کی مرضی بھی شامل ہو۔

اکیلے ماں باپ بھی اپنی مرضی سے اپنی لڑکی کی شادی نہیں کر سکتے مگر لڑکی بھی صرف اپنی مرضی سے ان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتی۔ اگر صرف ماں باپ کی مرضی ہو تو بعض ماں باپ ایسے بھی ہوں گے جو صرف روپیہ دیکھیں گے لیکن لڑکی تو یہ بھی دیکھے گی کہ میری ساری ضرورتوں کو بھی پورا کر سکتا ہے یا نہیں۔ بعض شکلوں کو ہی بعض لڑکیاں برداشت نہیں کر سکتیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک لونڈی تھی جس نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے اپنے خاوند کی شکل اچھی نہیں لگتی۔ پھر ایک اور عورت کے متعلق آتا ہے کہ اس نے کہا۔ یارسول اللہ (ﷺ) میں اس شخص کے ساتھ جس سے میری شادی کی گئی ہے، رہنا گوارا نہیں کر سکتی۔ چنانچہ آپ نے علیحدگی کا حکم دے دیا۔ تو بسا اوقات بعض آدمیوں کی شکل سے عورتوں کو طبعاً نفرت ہوتی ہے۔ لڑکی ان باتوں کو دیکھ سکتی ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے شادی کی بنیاد اس امر پر رکھی کہ دونوں کی مرضی سے ہو، ماں باپ کی بھی اور لڑکی کی بھی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر دونوں کی مرضی نہ ملے تو کیا کیا جائے۔ اگر لڑکی کو وہ پسند ہو مگر ماں باپ اپنے اغراض کے ماتحت وہاں اس کی شادی نہ کریں تو اسلام نے لڑکی کو اختیار دیا ہے وہ عدالت میں جا کر درخواست دے سکتی ہے کہ میرے والد اپنے اغراض کے ماتحت مجھے اچھے رشتہ سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور عدالت تحقیقات کے بعد اسے اجازت دے سکتی ہے کہ شادی کر لے۔ گویا اس طرح سب کے حقوق محفوظ کرنے کا انتظام کر دیا گیا۔ لڑکی اور ماں باپ دونوں کی مرضی کو ضروری رکھا اور اس طرح کا رشتہ یقیناً مبارک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی شادیاں زیادہ کامیاب ہوتی ہیں۔ یورپ میں نوّے فیصدی شادیاں ناکام ہوتی ہیں حتّٰی کہ وہاں یہ لطیفہ مشہور ہے کہ اگر کوئی مرد و عورت اکٹھے جا رہے ہیں تو کہتے ہیں یا تو یہ میاں بیوی نہیں یا ان کی شادی پر ابھی ایک ماہ نہیں گزرا۔ لیکن مسلمانوں میں نوّے فیصدی شادیاں کامیاب ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں دیکھ لو، غیر قوموں کی عورتیں زیادہ نکلتی اور اغوا ہوتی ہیں سوائے ان قوموں کی عورتوں کے جن کی مالی یا اخلاقی حالت لوگوں نے خراب کر دی ہے۔ غرض اسلام نے زوجیت کے تعلق کی ابتداء ایسے اصول پر رکھی کہ اس کی کوئی اور مثال نہیں مل سکتی۔

پھر دھوکے بازی سے بچنے کے لئے یہ حکم دیا کہ نکاح عَلَی الْاِعْلَان ہو جو عَلَی الْاِعْلَان نہیں وہ نکاح ہی نہیں۔ اس سے بھی بہت سے فسادات کا انسداد ہو جاتا ہے۔ پوشیدہ طور پر تو کوئی غلط بات ظاہر کر کے دھوکا بھی دے سکتا ہے لیکن اعلان سے عام طور پر عیوب کھل جاتے ہیں۔

پھر تمدّنی خرابیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ مرد چونکہ کماتا ہے، دولت اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس لئے وہ ناجائز طور پر عورت کو خرچ وغیرہ سے تنگ کر سکتا ہے اور عورت کو اس کا محتاج رہنا پڑتا ہے۔

یورپ نے اس کا یہ علاج تجویز کیا ہے کہ وہ نوکریاں کرنے لگ گئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ بعض ملکوں کی نسلیں کم ہونا شروع ہو گئی ہیں اور بعض ملکوں میں دس سال کے اندر چار، پانچ فیصدی نسل کم ہو گئی ہے۔

اسلام نے اس کا علاج یہ رکھا ہے کہ ہر شخص کی حیثیت کے مطابق عورت کا مہر مقرر کر دیا علاوہ اخراجات کے۔ گویا مہر عورت کا جیب خرچ ہے دوسری سب ضرورتیں پھر بھی خاوند کے ذمہ ہیں اور مہر اس کے علاوہ ہے جس سے وہ ان ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہے جو وہ خاوند کو نہیں بتانا چاہتی۔ مثلاً اس کے والدین غریب ہیں اور وہ ان کی مدد کرنا چاہتی ہے لیکن ساتھ ہی خاوند پر اپنی یہ خواہش ظاہر کر کے اس کی نظروں میں خود ذلیل ہونا اور والدین کو ذلیل کرنا نہیں چاہتی۔ یا مثلاً اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور وہ اپنے بھائیوں کو تعلیم دلانا چاہتی ہے اور ساتھ ہی اس کی غیرت یہ بھی برداشت نہیں کرتی کہ خاوند کا احسان برداشت کرے۔ اس لئے اسلام نے پہلے دن سے عورت کے ہاتھ میں مال دے دیا۔ جس دن شادی ہوتی ہے خاوند کا مال کم ہو جاتا ہے کیونکہ اسے مہر کے علاوہ اور بھی اخراجات کرنے پڑتے ہیں لیکن نکاح کے ساتھ ہی عورت کا مال بڑھ جاتا ہے۔ گویا وہ اسی دن سے اس لحاظ سے خاوند کے بے جا تصرّف سے آزاد ہو جاتی ہے اور اس طرح جو جھگڑے وغیرہ یورپ میں پیدا ہو رہے ہیں اسلام نے پہلے دن سے ہی ان کا انسداد کر دیا۔

پھر مرد و عورت کے تعلقات میں ایک وجہ فساد یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں میرا بچہ نہیں اور یہ ایک ایسا نازک معاملہ ہے جس کا علاج کوئی نہیں کیونکہ اس بات کا کسی کے پاس کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ میاں بیوی فی الواقعہ باہم ملے۔ بعض لوگوں نے اس کے لئے بعض ذرائع تجویز کئے لیکن وہ نہایت گندے ہیں۔ مثلاً بعض اقوام میں یہ رواج ہے کہ ملوّث پارچات دکھاتے ہیں۔ لیکن یہ نہایت ہی خطرناک طریق ہے اور اس میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ بعض عورتوں کا خون نکلتا ہی نہیں اور چونکہ سب لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے گندے کپڑوں کی نمائش سے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عورت بدکار تھی حالانکہ وہ ایسی نہیں ہوتی۔

شریعتِ اسلامیہ نے اس کے لئے کیا لطیف طریق رکھا ہے اور وہ یہ کہ جب میاں بیوی ملیں تو اگلے روز ولیمہ کی دعوت کی جائے۔ اس طرح بغیر ایک لفظ منہ سے نکالے یہ اعلان ہو جاتا ہے کہ میاں بیوی آپس میں مل گئے ہیں۔

پھر ایک بات اسلام نے یہ رکھی کہ نکاح سے قبل استخارہ کر لو۔ رسول کریم ﷺ نے ہر اہم امر میں استخارہ کا حکم دیا ہے بالخصوص شادی کے بارے میں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلد بازی کے بُرے انجام سے انسان بچ جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔

جلد بازی سے بھی کئی جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑا اچھا رشتہ ہے آج ہی کر لو لیکن مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ ان کے عیوب ظاہر نہ ہونے پائیں۔ لیکن اگر سات روز تک استخارہ کیا جائے تو اس عرصہ میں اور لوگوں سے بھی شادی کا ذکر آئے گا اور اس طرح بات کھل جائے گی۔ پھر استخارہ کی وجہ سے جذبات دب جاتے ہیں اور انسان روحانی تصرف کے ماتحت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے علاوہ ہے۔

شادی کے بعد پھر میاں بیوی کے تعلقات شروع ہو جاتے ہیں۔ اس میں بھی اسلام کا دیگر مذاہب کی تعلیم سے تصادم ہوتا ہے۔ باقی سب مذاہب اسے ناپاک قرار دیتے ہیں وہ اس کی اجازت بھی دیتے ہیں مگر اس کے باوجود اسے ادنیٰ اور ذلیل قرار دیتے اور شادی نہ کرنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فطرت سے مجبور ہو کر ان تعلقات کو قائم بھی کیا جاتا ہے مگر چونکہ دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ ناپاک تعلقات ہیں اس لئے دل پر زنگ لگتا رہتا ہے کہ ہم یہ بُرا کام کر رہے ہیں۔ گاندھی جی نے لکھا ہے۔ میں جب بھی بیوی کے پاس جاتا تو میرے دل پر ایک بوجھ ہوتا کہ میں برا کام کر رہا ہوں آخر ہم نے قسم کھائی کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ یہ ہندو دھرم کی تعلیم کا اثر تھا۔ ایک طرف تو فطرت میں ایسا جذبہ ہے۔ پھر اولاد کی خواہش ہوتی ہے۔ صحت کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے لیکن دوسری طرف یہ خیال ہوتا ہے کہ بُری بات ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ کام کرتے بھی ہیں اور دل سیاہ ہوتا جاتا ہے کہ ہم بُرا کام کر رہے ہیں۔

اسلام نے بتایا کہ یہ خیال غلط ہے۔ اگر اس خیال کے ماتحت تعلقات قائم کرو گے تو بچہ کے دل میں بھی یہ خیال ہوگا اور گناہ کی مُہر لے کر رحم مادر سے نکلے گا۔ اس کی بنیاد ہی گناہ پر ہوگی اور وہی مثال ہوگی کہ

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریّا مے رود دیوار کج

بچے کی پیدائش کی بنیاد ہی جب گند پر ہوگی تو اس کا دل کبھی پاک نہ ہو سکے گا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ تعلقات پاکیزہ ہیں اور جو شادی نہیں کرتا وہ غلطی کرتا ہے۔ رہبانیت پسندیدہ چیز نہیں جس شخص نے شادی نہ کی اور وہ مر گیا۔ فَھُوَ بَطَّالٌ اس کی عمر ضائع گئی۔

غرض آپ نے بتایا کہ یہ تعلق گندہ نہیں بلکہ انسانی صحت اور دماغی ترقی کا منبع ہے۔ میاں بیوی گویا پاکیزہ محبت کا مدرسہ اور محبت کی پہلی کڑی ہیں۔ اور اسلام نے یہ کہہ کر کہ یہ پاکیزہ تعلقات ہیں گناہ کے احساس کو مٹا دیا۔

گناہ کے احساس کی وضاحت کے لئے ایک مثال دے دیتا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شخص کہیں سفر پر جا رہا ہے سٹیشن پر آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا بعد میں بیوی کو خیال آیا کہ میاں کو کھانے کی تکلیف ہوگی اس نے کھانا تیار کر کے کسی کے ہاتھ سٹیشن پر بھیج دیا۔ گاڑی روانہ ہو رہی تھی اور وہ بمشکل کھانے کو اس ڈبہ میں رکھ سکا جس میں میاں بیٹھا ہے لیکن اسے اطلاع نہ دے سکا۔ دوران سفر میں اسے بھوک لگتی ہے اور وہ کھانا کھانے لگ جاتا ہے لیکن ساتھ ہی اسے یہ احساس ہے کہ ممکن ہے یہ کسی اور کا ہو۔ اس صورت میں اگرچہ کھانا اسی کا ہے لیکن اس احساس کی وجہ سے اس کے دل پر چوری کا زنگ لگتا جائے گا۔ تو اصل چیز احساس ہوتا ہے اور اسلام نے ان تعلقات سے گناہ کے احساس کو مٹا دیا۔

اور پھر یہ بتایا کہ شادی محبت کے اجتماع کا نام ہے اور چونکہ محبت جب پورے جوش پر ہو تمام دوسرے تعلقات دب جاتے ہیں اسلئے شریعت نے حکم دیا کہ جب میاں بیوی ملیں تو دعا کریں اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔ یعنی اے اللہ ہمیں بھی شیطان سے بچا اور اس میل کے نتیجہ میں اگر کوئی اولاد ہونے والی ہے تو اسے بھی بچا۔ میاں بیوی کی محبت پاک ہی سہی مگر ایسا نہ ہو کہ ادنیٰ خیالات اعلیٰ پر غالب آ جائیں اور اس طرح محبت کے جذبات کے غلبہ کے باعث جس نقصان کا احتمال ہو سکتا تھا اس کا بھی انسداد کر دیا۔

پھر اس موقع پر جس قدر توجہ ایک دوسرے کی طرف ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں روحانی طاقتیں باہر کی طرف جاتی ہیں۔ میاں بیوی کا یہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے میں جذب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایسی رَو پیدا ہوتی ہے کہ دماغی توجہات کو ایک ہی طرف بدل دیتی ہے۔ اس کے لئے اسلام نے غسل رکھا تا ایسا نہ ہو کہ دماغ اس طرف لگا رہے بلکہ جسم ٹھنڈا ہو کر بھاپ بند ہو جائے۔ گویا غسل ان نقائص کو دور کرنے کے لئے ہے جو باہم ملنے سے قدرتی طور پر پیدا ہو سکتے تھے۔ اور غسل کے ذریعہ پھر ان طاقتوں کو مجتمع کر دیا تا دوسری طرف ان کو لگایا جا سکے۔

پھر ان تعلقات کو محدود کیا۔ بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں میاں بیوی کا آپس میں ملنا درست نہیں ہوتا۔ بعض شرائع نے ایسی حالت کو گند قرار دیا ہے اور توراۃ کا حکم ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو اسے الگ رکھا جائے اور ہاتھ تک نہ لگایا جائے۔ بعض نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر وقت مرد و عورت مل سکتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں تمدّن کے لئے تباہ کن ہیں۔ اگر بالکل علیحدہ کر دیا جائے تو عورت حقیر اور ذلیل خیال کی جائے گی اور اگر ملنے کی اجازت ہو تو یہ دونوں کی صحت کے لئے تباہ کن ہے۔ اس لئے اسلام

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو اور کریم تھے۔

خادموں اور بچوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت ورأفت کے واقعات کا دلنشین تذکرہ۔

(اللہ تعالیٰ کی صفت رءوف ورحیم کے تعلق میں آیت قرآنی، احادیث نبویہ اور روایات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے مختلف امور کا بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۷ / فروری ۲۰۰۳ء ۷ / تبلیغ ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورة التوبه:۱۲۸)

یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔ نیز فرماتی ہیں کہ آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے۔ اور سب سے زیادہ کریم آدمی۔ عام آدمیوں کی طرح بلاتکلف گھر میں رہنے والے، آپؐ نے منہ پر کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے ہی رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے کسی خادم یا بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

(شمائل الترمذی ۔ باب فی خلق رسول الله)

بعض لوگ یہ غلط استنباط کرتے ہیں ﴿فَاضْرِبُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ سے کہ اپنی بیویوں کو مارنا چاہئے۔ میرے علم میں ایک احمدی بھی ہے اب تو وہ احمدیت سے باہر نکل گیا ہے لیکن وہ اپنی بیوی کو چھوٹی سی بات کے اوپر بہت سخت مارا کرتا تھا۔ قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا ہے اور آپ بہتر اس کا ترجمہ جانتے تھے۔ آپ کی بیویوں نے آپ کے خلاف نُشُوز کبھی نہیں کیا۔ قرآن کریم کی جس آیت میں یہ مارنے کا ذکر ہے وہاں نُشُوز مراد ہے۔ بعض عورتیں ہیں جو مارنے میں خاوند کے اوپر پہل کرتی ہیں اور بعض خاوند تو بیچارے بھیگی بلّی کی طرح مار کھاتے رہتے ہیں۔ ہمارے لاہور میں ایک صاحب ہوا کرتے تھے، ان کی بیوی ان کو اتنا مارتی تھی کہ ان کے ہوش اُڑا دیتی تھی۔ اس لئے غلط استنباط قرآن کریم سے نہیں کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن پر یہ نازل ہوا ان سے بہتر کوئی استنباط نہیں کرسکتا۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت کو یاد رکھیں کہ آپ نے کبھی کسی بیوی پر، کسی کمزور پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے۔ گھر کے کام کاج کرتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے۔ بکری کا دودھ خود دوہ لیتے۔ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اُس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں کبھی شرم محسوس نہ کرتے۔ امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول فرما لیتے۔ آپؐ نہایت ہمدرد، مہربان، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپؐ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا۔ ہر کسی سے بشاشت سے پیش آتے تھے۔ تبسم آپؐ کے چہرے پر ہمیشہ جھلکتا رہتا تھا۔ آپؐ زور کا قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے تھے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست ہمتی وغیرہ کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی تھے لیکن بے جا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دل، رءوف ورحیم اور کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔...... کبھی حرص وطمع کے جذبے سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر رہتے اور کم پر قناعت فرماتے تھے۔ (اسد الغابہ۔ جلد اوّل ۔ صفحه ۲۹)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اُن سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں بھیڑ کی وجہ سے میرا پاؤں آنحضرت ﷺ کے پاؤں پر جا پڑا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے مجھے سانٹا مارا اور بات اس وقت آئی گئی ہوگئی۔ زیادہ زور سے نہیں مارا، ہلکا سا سانٹا مارا ناراضگی کے اظہار کے طور پر۔ کہتے ہیں رات مجھے نیند نہ آئی سخت گھبراہٹ رہی کہ میں نے کیا حرکت کی ہے۔ صبح صبح مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ بات سن جاؤ۔ میں ڈر گیا کہ اب شامت آئی۔ مگر شامت کیا آنی تھی رسول کریم ﷺ نے اسے آواز دی اور کہا یہ اسّی بکریاں تمہیں دے رہا ہوں۔ میں نے وقتی طور پر تمہیں غصے میں سانٹا مار دیا تھا لیکن اب مجھے اس کا بہت افسوس ہے اور اس کے کفارے کے طور پر یہ اسّی بکریاں تمہیں دیتا ہوں۔

(ماخوذ از مسند دارمی۔ باب فی سخاء النبی ﷺ)

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی بھی بعض روایتیں بیان کرتا ہوں جو اسی نوعیت کی ہیں:۔

میاں غفّارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خادم کے طور پر رہا کرتے تھے۔ عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں اس کے آنے کی تقریب عجیب دلچسپ ہے اور آپؑ کے رحم اور ہمدردی کے جذبات کے اظہار کا ایک نقشہ پیش کرتی ہے۔ میاں غفّارا کہتا ہے کہ میری عمر تیرہ چودہ سال کی تھی۔ میں بڑی مسجد کے صحن پر لیٹا ہوا دانے چبا رہا تھا جس طرح بکری کھاتی ہے ویسے کھا رہا تھا۔ حضرت اقدسؑ وہاں آئے اور مجھے اس حالت میں دیکھ کر آپؑ نے مجھ سے میرا پتہ ونشان پوچھا اور پھر اپنے ساتھ مکان پر لے گئے اور دو خمیری روٹیاں لا کر مجھے دیں۔ میں کھا کر چلا آیا اور اسی طرح پر مجھے ہر روز کھانا مل جاتا تو میں کبھی وہاں کھا کر اور کبھی گھر کو لے کر چلا آتا۔ کوئی کام اور خدمت میرے سپرد نہ تھی۔ پھر رفتہ رفتہ جب میں مانوس ہوگیا تو آپؑ نے مجھ کو اور چند اَور لڑکوں کو نماز کی ہدایت کی اور آپؑ ہی کچھ سورتیں بھی یاد کرا دیں اور ہم سب بڑے پکّے نمازی ہوگئے۔...... میاں غفارا جب نمازی ہوگیا تو آپؑ نے اس کو اور اُن بچوں کی پارٹی کو جو آپؑ کے پاس آتی تھی۔ درود شریف کی کثرت کی طرف توجہ دلائی اور جو درود مسنون کا نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کا وظیفہ ان کو بتایا کہ عشاء کی نماز کے بعد درود شریف پڑھ کر سو رہا کرو اور جو خواب وغیرہ آیا کرے صبح کو سنایا کرو۔ چنانچہ سب کا یہ معمول ہوگیا کہ ہم رات کو جو بھی خواب آتی تھی صبح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کو سنایا کرتے تھے اور آپ اپنے کیسہ یا جیب میں روٹی ڈال کر باغ میں چلے جاتے اور غفارا کو دے دیتے۔ پھر ان خوابوں کی تعبیر بھی فرماتے جو اکثر سچی نکلتیں۔ غفّارا کے شادی کے اخراجات کے لئے آپ نے ایک بڑا حصہ دیا۔ دو زیور اُس کو دیئے جو اُس نے ۸۰ روپیہ پر فروخت کر دیئے۔ غرض اس طرح ہمدردی اور غمخواری فرمایا کرتے تھے۔

(حیات احمد۔ از مولانا یعقوب علی عرفانیؓ ۔ صفحه ۲۴۲،۲۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے خادموں میں ایک خادم کا نام پیرا تھا جو بالکل

جاہل اور اجڈ تھا......اُس سے بے وقوفی کے افعال کا سرزد ہونا ایک معمولی بات ہوتی تھی مگر حضرت نے اسے کبھی جھڑکا نہیں۔اس کے متعلق فرمایا کرتے کہ اَھْلُ الْجَنَّۃِ ''۔یہ جو محاورہ ہے اَھْلُ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ وہ ان پر پورا صادق آتا تھا۔(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ صفحہ ۳۵۰)

اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اس طرح بے تکلّفی سے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ باہر سے آنے والے کے لئے پہچاننا مشکل ہو جاتا تھا۔بعض دفعہ حضرت ابوبکر کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر آنحضرت ﷺ سمجھ لیا کرتے تھے وہ اشارہ سے بتا دیا کرتے تھے کہ نہیں میری طرف نہیں، ان کی طرف جاؤ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی حال تھا۔کسی مجلس میں آپ کے اعزاز میں کوئی الگ جگہ مقرر نہیں تھی اور خدام کے ساتھ اکٹھے بیٹھتے تھے۔بعض دفعہ بعض لوگ مہمان نوازی اپنی طرف سے اس طرح کرتے تھے کہ مہمان خصوصی کے لئے تو الگ کمرہ اور خاص دستر خوان اور ساتھ حواشی مباشی جو ہوتے تھے ان کے لئے الگ کمرہ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک امیر نے اس طرح دعوت کی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ یہ کیا کرنا چاہتا ہے۔آپ دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے اور اپنے نوکروں سے کہا پہلے آپ جائیں۔ جب وہ پہلے چلے گئے تو اس امیر کے پاس چارہ کچھ نہیں تھا سوائے خاموشی سے اس بات کو برداشت کرنے کے۔پھر اپنے دستر خوان پر ان کو اپنے دائیں بائیں بٹھایا اور بڑی عزت افزائی فرمائی۔

بچوں سے آنحضور ﷺ بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔ہنسی مذاق کرتے تھے انہیں چھیڑتے تھے،ان سے دل لگی کرتے،ان کو بہلاتے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔نماز کے بعد آنحضور ﷺ اہل خانہ کی طرف جانے لگے تو میں بھی حضورؐ کے ساتھ چل پڑا۔وہاں پہنچے تو آگے بچے حضورؐ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔حضورؐ ان کے پاس رُکے۔ایک ایک بچے کے کلوں کو اپنے ہاتھ سے سہلایا وہ کہتے ہیں کہ میں تو حضورؐ کے ساتھ آیا تھا لیکن حضورؐ نے میرے کلوں کو بھی سہلایا۔جب حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کلوں پر پھیر رہے تھے تو مجھے حضورؐ کے ہاتھوں میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی گویا حضورؐ نے انہیں کسی عطّار کے تھیلے سے نکالا ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔باب طیب رائحۃ النبیؐ)

حضرت امّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تھے تو آپؐ اُن کے لئے دعا کرتے اور مبارکباد دیتے اور اُن کو گُڑھتی دیتے تھے۔

(مسلم کتاب الادب۔ باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ و حملہ الی صالح) تو اب یہ جو رواج ہے گڑھتی دینے کا، یہ نیا رواج نہیں۔ یہ سنّت ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں گڑھتی دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے بیٹے یوسف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا نام یوسف رکھا، مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

(مسند احمد بن حنبل۔ جلد ۶ صفحہ ۶ مطبوعہ بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ اس کا چھوٹا سا بچہ تھا وہ پیار سے اُسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پر رحم کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی حضور۔

آپ نے فرمایا جتنا تم اس پر رحم کرتے ہو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

(الادب المفرد للبخاریؒ۔باب رحمۃ العیال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے نواسے) حسن بن علی کو چُوما تو پاس بیٹھے اَقرع بن حابِس تمیمی نے کہا کہ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی کو کبھی نہیں چوما۔رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمۃ الولد و تقبیلہ ومعانقتہ)

حضرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے گفتگو کرنے کے لحاظ سے حضرت فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ وہ جب آپ کے پاس آتیں تو آپ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔انہیں خوش آمدید کہتے اور ان کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے۔ اور جب آنحضرتؐ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں جاتے تو وہ آپ کے احترام میں کھڑی ہو جاتیں،آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر اس کو بوسہ دیتیں اور آپ کو خوش آمدید کہتیں اور آپ کو اپنی بیٹھنے والی جگہ پر بٹھاتیں۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی، آئیں۔چنانچہ آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں بوسہ دیا۔(الادب المفرد للبخاریؒ۔باب الرجل یقبل ابنتہ)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو اہل بیت کے بچے بھی آپؐ کے استقبال کے لئے جاتے۔ایک دفعہ جب آپؐ سفر سے آئے تو سب سے پہلے مجھے آپ تک پہنچایا گیا۔آپؐ نے مجھے گود میں اٹھا لیا۔پھر حضرت فاطمہؓ کے دو بیٹوں امام حسنؓ یا امام حسینؓ میں سے کسی ایک کو لایا گیا تو آپؐ نے اُسے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔اسی طرح مدینہ منورہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ ایک اونٹ پر ہم تین سوار تھے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند اھل البیت)

عدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا۔آپؐ نے امام حسنؓ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں،تو بھی اس سے محبت فرما۔

(بخاری۔کتاب المناقب۔ باب مناقب الحسن و الحسین)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھا لیا اور دوسرے پر حسن کو۔ پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا'' اے اللہ ان دونوں پر رحم فرما۔میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔(بخاری۔کتاب الادب۔ باب وضع الصبی علی الفخذ)

یَعْلٰی بن مُرَّہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک ایسی دعوت پر جس میں ہم مدعو تھے جانے کے لئے نکلے۔کیا دیکھتے ہیں حسینؓ رستہ میں کھیل رہے ہیں۔ نبی ﷺ تیزی سے لوگوں سے آگے ہو گئے پھر اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے جس پر بچہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھاگتا (یہ آنحضرت ﷺ کا پیار کا اظہار تھا۔دونوں ہاتھ پھیلا کر اس بچے کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے، پکڑ تو سکتے تھے مگر جان کے کچھ دیر پیچھے ہٹ جاتے تھے تا کہ اس کے ساتھ کھیل جاری رہے کبھی وہ ادھر بھاگتا کبھی ادھر بھاگتا) آنحضرت ﷺ اس طرح اسے ہنسا رہے تھے،آپ انہیں ہنساتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے اسے پکڑ لیا۔پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ان کے سر پر رکھا پھر انہیں اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ'' یعنی حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔اور فرمایا اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت کرے۔حسین (میرے) نواسوں میں سے ایک ہے۔(الادب المفرد للبخاریؒ۔باب معانقۃ الصبی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ایک الہام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ'' اس کو مولویوں نے تمسخر بنا دیا اور کہا کہ میں اللہ میں سے ہوں اور اللہ مجھ میں سے ہے۔ حالانکہ ''مِنِّیْ'' کا ترجمہ کرنا 'یہ مجھ میں سے' اور 'تجھ میں سے' غلط ہے۔''مِنِّیْ'' کا ترجمہ ہے 'میرا ہے' اور ''مِنْکَ'' کا ترجمہ ہے 'تیرا' ہے۔

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی اس حال میں بھی نماز پڑھتے کہ آپ نے اپنی نواسی اُمامہ کو جو حضرت زینب اور ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدشمس کی بیٹی تھیں کو اُٹھایا ہوا ہوتا تھا۔پس جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو اسے بٹھا دیتے اور جب آپ قیام کرنے لگتے تو اسے پھر اُٹھا لیتے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ۔باب اذاحمل جاریۃ صغیرۃ......الخ)

اب ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور کسی شخص نے ایسی روایت

For any Business/Commercial Requirments
Complete Financial Packages Can Be Arranged
Contact:
Iqbal Ahmad BA AIB MIAP
Former Bank Executive Vice President/General Manager UK
Tel. & Fax: 020 8874 2233 + Mobile: 07957-260666
www.commloans.co.uk --- e-mail: comm.it@virgin.net
NACFB Member of the National Association of Commercial Finance Brokers

سن کے یہ بھی کہا تھا کہ خو! تو پھر رسول اللہ ﷺ کی نماز ٹوٹ گئی۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کا ذہن اللہ کی طرف رہتا ہے۔ ''دست بہ کار دل بہ یار''۔ آپ تو بچوں سے شفقت کی وجہ سے ان کے ساتھ ایسا سلوک کر لیتے تھے مگر کبھی بھی آپؐ کی توجہ نماز سے نہیں ہٹی۔

عبداللہ بن شدّاد بن الھاد اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء ظہر یا عصر پڑھانے کے لئے آئے تو آپ اپنے بچوں حسن یا حسین میں سے کسی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو بچے کو اپنے دائیں پاؤں کے پاس بٹھا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور اس کو لمبا کر دیا۔ میرے والد کہتے ہیں کہ لوگوں میں سے مَیں نے سراُٹھا کر دیکھا (کہ سجدہ زیادہ لمبا ہو گیا تھا اور پتہ نہیں کس وہم میں مبتلا ہوا تو میں نے سر اُٹھا کر دیکھا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ تو ابھی سجدہ میں ہیں اور بچہ آپ کی پیٹھ پر سوار ہے۔ پھر میں واپس سجدہ میں چلا گیا۔ پھر جب رسول اللہ نے نماز پڑھا کر سلام پھیرا تو لوگوں نے دریافت کیا، یارسول اللہ! آپ نے اس نماز میں ایک بہت لمبا سجدہ کیا تھا۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس کا حکم تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ بچہ میرے پاس تھا میں نہیں چاہتا تھا اس کو اٹھا لوں، نیچے رکھ دوں اور جب تک وہ خود میری پیٹھ سے اترا نہیں اس وقت تک میں نے سجدہ کو لمبا رکھا۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنھما بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ کو یہ پیغام بھجوایا کہ میری بیٹی کا آخری وقت ہے آپ تشریف لائیں۔ اسامہ کہتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ آپ کی صاحبزادی کے پاس پہنچے۔ وہ آخری وقت تھا بچی کا۔ آنحضور ﷺ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی۔ پھر جب آپ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہوئے۔ چنانچہ بچی جان کنی کے عالم میں تھی۔ وہ اس حالت میں نبی اکرم ﷺ کے گود میں دے دی گئی۔ اس پر آنحضور ﷺ کے آنسو بہنے لگے۔ اس پر سعد نے کہا یارسول اللہ! یہ کیا؟

آنحضور ﷺ نے فرمایا: (میرے یہ آنسو) رحمت کی وجہ سے ہیں اور رحمت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر ہی رحم فرماتا ہے۔ (بخاری کتاب المرضی۔ باب عیادۃ الصبیان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابو سیف حدّاد (حدّاد سے مراد ہے لوہار) کے ہاں گئے۔ جن کے پاس حضرت ابراہیم رہا کرتے تھے۔ (آپؐ کے بیٹے ابراہیم کو ابو حدّاد پالا کرتا تھا۔) رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم کو پکڑا، اور بوسہ دیا اور انہیں سونگھا۔ پھر ایک اور موقعہ پر اس کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم جان کنی کے عالم میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی؟ اس پر آپ نے فرمایا: ''اے ابن عوف یہ رحمت ہے'' پھر اس کے بعد آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل مغموم ہے مگر ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا ربّ راضی ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں۔

(بخاری کتاب الجنائز۔ باب قول النبیؐ انا بک لمحزونون)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بچوں سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے خصوصاً مرزا مبارک احمد جو سب سے چھوٹے تھے تو ان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت پیار تھا۔ آپ بچوں پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے ایک موقع کے جب مرزا مبارک احمد سے غلطی سے ٹھوکر لگی اور قرآن کریم میز سے نیچے گرنے ہی والا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لپک کے اس کو روک لیا اور ایک تھپڑ لگایا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بے حد نرم ہونے کے باوجود قرآن کی بہت عزت کرتے تھے۔ ''قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے''۔ آپ کی تلاوت قرآن کریم دن رات ایسی ہوتی تھی کہ جس سے وجد طاری ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب پتہ چلتا کہ کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کے ہاں خود جاتے، غریب سے غریب طالبعلم کی بیماری پر بھی آپ کا وہ جوش اور ہمدردی مشاہدہ کیا گیا جو کم لوگوں کو اپنی اولاد سے بھی نصیب ہوتا ہوگا۔ آپ بار بار اضطراب سے پھرتے اور دعا مانگتے تھے اور بار بار حالات پوچھتے تھے اور اس کی صحت پر آپ کو ایسی خوشی ہوتی جیسے کسی اپنے بچے کی صحت پر۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ ۳۸۶)

ایسے بہت سے واقعات ہیں جو یہاں مزید بیان کرنے طوالت کے خوف سے کم کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بارہا میں نے دیکھا ہے کہ اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیتے ہیں اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنائے چلے جاتے ہیں۔ حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں۔ گویا کوئی مثنوی ملائے روم کا سبق دے رہے ہوں۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی بسوریں، شوخی کریں۔ سوال میں تنگ کریں اور بے جا سوال کریں ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لئے حد سے زیادہ اصرار کریں۔ آپؑ نہ تو کبھی مارتے ہیں، نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کے سوالوں سے تنگ آنے کی بجائے ان کو پیار سے سمجھایا کرتے تھے اور یہی تربیت کا طریق ہے جسے جماعت کو آج اختیار کرنا چاہئے۔ بعض بچے سوال کرتے ہیں تو تنگ آ کر جھڑک کے ان کو بند کرا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بچوں کے سوال کے جواب میں تحمل سے پیش آنا چاہئے اور جس حد تک بھی اس کی سمجھ ہو جواب دے کر اس کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔

مولوی عبدالکریمؓ مزید فرماتے ہیں:۔

محمود (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کوئی تین برس کا ہوگا۔ آپؑ لدھیانہ میں تھے۔ میں بھی وہیں تھا۔ گرمی کا موسم تھا مردانہ اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت ہوگا۔ جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت کے ادھر اُدھر باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرت اُسے گود میں لئے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپؑ نے کہا: دیکھو محمود! وہ کیسا تارا ہے! (یعنی آسمان کا ایک ستارہ دکھایا) بچے نے نیا (مشغلہ شروع کر دیا اور چلّانا شروع کر دیا کہ) ابّا! تارے جانا ہے۔ ابّا! تارے جانا ہے۔ کہ ابّا میں نے بھی ستارے جانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو پیار کے ساتھ چُپ کراتے رہے لیکن ڈانٹا نہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کہتے ہیں آپ کا بیٹے سے اس طرح گفتگو کرنا مجھے بہت پیارا لگا اس نے بھی ایک ضد کی راہ نکالی تھی مگر حضورؑ اس نے پر صبر کیا اور بچہ روتے روتے آخر خود ہی تھک گیا اور چپ ہو گیا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ۔ صفحہ ۳۶،۳۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بچوں کے ساتھ کھیلنے والے بچوں سے بھی اسی طرح شفقت کا سلوک فرمایا کرتے تھے جیسے اپنے بچوں کے ساتھ۔ لنگر خانے کے ایک ملازم کے بچے کے کہنے پر حضورؑ نے اپنے ایک صاحبزادے کو بہت سے آم دیئے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ اپنے ہمجولیوں میں تقسیم کر دیں۔ حضورؑ خود بھی جب کوئی چیز تقسیم کرتے تھے تو اپنے بچوں کے ساتھیوں کو برابر حصہ دیتے اور ملازموں کے بچے حضرت کے گھر میں ایک شاہانہ زندگی بسر کرتے۔ عام سلوک میں حضرت اقدسؑ کو کبھی کسی سے فرق کرتے نہیں دیکھا۔

اگر ایسے موقعہ پر کسی اور کا کوئی بچہ سامنے آجاتا جب آپ کوئی چیز تقسیم کر رہے ہوتے تو آپؑ آنے والے بچے کے ساتھ بھی شفقت کا برتاؤ کرتے اور کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرما دیتے۔ یہ عادت حضورؑ کی ہمیشہ سے تھی۔ اپنی عمر کے اس حصے میں جبکہ آپ مجاہدات میں مصروف تھے، بعض یتامیٰ کی خاص طور پر خبرگیری فرماتے اور اپنی خوراک کا ایک حصہ اُن کو دے دیا کرتے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ۔ جلد سوم صفحہ ۳۷۲،۳۷۱)

میں نے بھی اسی سنّت پر عمل کر کے اپنی بچیوں کی تربیت کی ہے۔ ان کو جب میں کوئی چیز کھانے کو دیتا تھا تو وہ اکثر لے کر باہر نکل جاتی تھیں اور نوکروں وغیرہ کو اور دوسروں کو ساتھ شامل کر لیا کرتی تھیں۔ تو آپ کو بھی بچپن سے ہی اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنی چاہئے کہ جب کوئی اچھی چیز کھائیں تو ساتھ غریبوں اور دوسروں کو بھی شریک کر لیا کریں۔

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ:۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ ابھی تھوڑا سا دن چڑھا تھا۔ سردی کا موسم تھا پندرہ سولہ احباب ساتھ تھے کہ پیچھے سے اور بہت سے آملے۔ خلیفہ ثانی، حضرت مرزا بشیر احمد بھی آگئے اور ایک دولڑکے اور بھی ان کے ساتھ تھے۔ چھوٹی عمر تھی، ننگے پاؤں اور ننگے سر میاں بشیر احمد صاحب تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے تبسم فرما کر فرمایا ''میاں بشیر جوتی ٹوپی کہاں ہے؟ کہاں پھینک آئے؟'' میاں بشیر احمد نے کچھ جواب نہ دیا اور ہنس کر بچوں سے کھیلتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور کچھ فاصلہ پر آگے چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر فرمایا کہ

عجیب حالت ہوتی ہے بچوں کی ابھی چند دن پہلے یہ رو رہا تھا کہ مجھے نیا جوتا لے دیں اور بہت ضد کرر ہا تھا۔ میں نے نیا جوتا لے کے دیا لیکن اس کو اب اس کی ہوش ہی کوئی نہیں وہ جوتا ایک طرف پھینک دیا ہے اور خود دوڑے پھرتا ہے ننگے پاؤں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس بات پر بہت ہنس رہے تھے۔ پھر ایک خادم نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھاگ کر جا کے ان کا جوتا گھر سے اٹھا لاؤں۔ آپ نے فرمایا نہیں، تکلیف نہ کرو، جس طرح کھیلتا ہے کھیلنے دو۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۳۷۰، ۳۷۱)

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مسجد میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی آ گئے اور کسی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑے آرام سے کہا کہ میاں مسجد میں ہنسا نہیں کرتے۔ چنانچہ جب دوبارہ ان کو پھر ہنسی آنے لگی تو وہ اُٹھ کر مسجد سے باہر نکل گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا معمول تھا کہ جب کوئی بچہ آپؑ کی خدمت میں آتا تو آپؑ جگہ دینے کے لئے ذرا ایک طرف ہٹ جاتے اور اپنے پہلو میں اُسے بیٹھنے کا موقعہ دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اکثر آیا کرتے تھے۔ صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب اور صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب کم۔ سیر میں کبھی کبھی ساتھ ہو جاتے اور صاحبزادہ مبارک احمد صاحب تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی گود میں ہوتے تھے۔ پھر خدام لے لیا کرتے تھے جب حضرت صاحبزادہ صاحب خواہش کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خود اُن کو اٹھا لیتے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۳۶۷)

ایک دفعہ حضرت صاحب کے سامنے میاں شریف احمد کو بچے چھیڑنے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو تجھ سے پیار نہیں ہے۔ وہ اس بات پر روئے تو ان کا ناک بہنے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو اپنی طرف کھینچا تا کہ اس کو پیار کریں تا کہ اس کا یہ وہم دور ہو جائے ان بیچاروں کا ناک بھی نکل رہا تھا۔ اس خیال سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے گندے نہ ہو جائیں وہ ضد کر کے پیچھے ہٹتے رہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنی طرف کھینچتے رہے اور پھر فرمایا مجھے تم سے بہت پیار ہے۔

ایک روایت میاں بشیر احمد صاحب کی طرف سے ہے کہ

ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو تنگ کرتے تھے خواہ کوئی بھی وہ کام رہے ہوں، کسی حالت میں ہوں، ہم آپ کے پاس چلے جاتے تھے کہ ابّا پیسہ دو۔ اور آپؑ رومال سے پیسہ کھول کر دے دیتے تھے۔ اگر ہم کسی بات پر زیادہ اصرار کرتے تو آپؑ فرماتے تھے کہ میاں! میں اس وقت کام کر رہا ہوں، تنگ نہ کرو۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۳۷۸، ۳۷۹)

حضرت میاں شریف احمد صاحب کے متعلق ایک اور دلچسپ روایت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو پتہ نہیں کیوں یہ خیال ہوا کسی وقت انہوں نے زردہ نہیں کھایا ہوگا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سمجھے کہ میاں شریف کو زردہ پسند ہی نہیں، کھاتے ہی نہیں۔ تو ایک دن زردہ پکا ہوا تھا تو ہاتھ بڑھانے لگے تو حضرت اماں جان نے روک دیا کہ شریف زردہ نہیں کھاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی یہی کہا۔ پھر میاں شریف نے کہنا شروع کیا شریف زردہ کھاتا ہے، شریف زردہ کھاتا ہے اور پھر آپ کے سامنے وہ زردہ کر دیا گیا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کسی کام میں مشغول ہوتے تھے تو بچہ آواز دیتا تھا کہ ابّا! بُوا کھول۔ یعنی پنجابی بولا کرتے تھے کہ اے ابّا دروازہ کھولو! اور پھر اندر گھستے ہی سر نکال کے پھر باہر چلا جاتا تھا اور پھر دوبارہ آ جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ابّا! بوا کھول۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خواہ کیسا ہی ضروری کام کر رہے ہوں آپ ہمیشہ اُٹھ کر دروازہ کھولتے اور پھر بند کر کے بیٹھ جاتے۔ یہ کبھی نہیں کہا کہ تو مجھے بار بار کیوں ستاتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے گنا تو بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ صفحہ ۳۳، ۳۴)

ایک پٹھانی ہوا کرتی تھیں خوست کی۔ امۃ اللہ بی بی ان کا نام تھا۔ ان کو لال پری کہتے تھے ہم لوگ۔ جب وہ شروع شروع اپنے والد اور چچا سید صاحب نور اور سید احمد نور کے ساتھ قادیان آئیں تو عمر آپ کی بہت چھوٹی تھی ان کے والدین اور چچا، چچی حضرت سید عبد اللطیف شہید کی شہادت کے بعد قادیان چلے آئے تھے۔ امۃ اللہ کو بچپن میں آشوبِ چشم کی سخت شکایت ہو جاتی تھی اور آنکھوں کی تکلیف اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ انتہائی درد اور سرخی کی شدّت کی وجہ سے وہ آنکھ کھولنے کی طاقت نہیں رکھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضورؑ میری آنکھ کو بہت تکلیف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے لعاب سے ان کی آنکھیں تر کیں اور وہ دن اور وفات کا دن پھر کبھی بھی ان کی آنکھ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک الہام حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق بھی ہے بَـرِّقْ طِـفْـلِـیْ بَشِیْـر کہ میرے بچے بشیر کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور روشن ہو گئی ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی آنکھیں بھی بچپن میں بہت دکھتی تھی لیکن پھر تا حیات آپ کی آنکھوں کو کبھی کوئی نقص نہیں ہوا۔

اب یہ لال پری صاحبہ کا ایک قصہ دلچسپ آپ کو سنا دیتا ہوں۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ لال پری میں یہ عادت ہے کہ جب میں کسی کام کے لئے ان کو بلاؤں تو ایک دفعہ پیچھے ہٹتی ہیں اور پھر آگے بڑھتی ہیں۔ اور اگر میرا مقصد ہو کہ وہ میرے قریب کھڑی ہوں اور میں ان کو کہوں جائیں تو وہ ایک دم آ کے ٹکر مار دیں گی۔ اس لئے میں بہت احتیاط کرتا ہوں۔ جب وہ قریب کھڑی ہوں تو میں ان کو 'جائیں' کی بجائے اپنی طرف بلاتا ہوں۔ وہ عادتاً پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ پھر میں سنبھل جاتا ہوں۔ تو یہ وہاں کی بچپن کی باتیں مجھے یاد ہیں، اچھی دلچسپ ہوا کرتی تھیں۔

اب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی یہ روایت جو ہے وہ بہت ہی عظیم الشان ہے، سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ کا بچہ گونگا اور بہرہ تھا اور ٹائیفائیڈ بخار بھی اس کو ہو گیا تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گورداسپور کے مقدمے، تاریخوں پر حضورؑ کے ساتھ ہی جایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی حالت کو دیکھا مفتی صاحب کو فرمایا کہ آپ گورداسپور نہ جائیں یہیں ٹھہریں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے دوسری صبح بچہ فوت ہو گیا۔ اس سے دوسرے دن آپ گورداسپور سے تشریف لائے تو مفتی صاحب چھوٹی لڑکی حفیظہ کو اُٹھائے ہوئے حضورؑ کو مہمان خانہ کے قریب جا کر ملے۔ آپ نے فرمایا: میں نے آپ کے بچہ کی وفات سنی، بہت رنج ہوا میں نے آپ کے لئے بہت دعا کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل عطا فرماوے گا۔ وہ سننے والا اور بولنے والا ہوگا۔

یہاں مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے گھر میں دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا کرنے ہیں۔ اب یہ لڑکی ہے اس کے بعد اگر دوسری لڑکی ہوئی تو نعم البدل نہ ہوگا۔ اگر لڑکا ہوگا تو نعم البدل سمجھوں گا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میاں ہمارے خدا میں یہ بھی طاقت ہے کہ آئندہ لڑکیوں کا سلسلہ ہی منقطع کر دے۔ چنانچہ مولا کریم کے قربان جاؤں۔ اس کے بعد مفتی صاحب کے گھر میں متواتر چھ لڑکے پیدا ہوئے اور سب سننے والے اور بولنے والے۔ گو یہ ایک لطیفے کے طور پر مفتی صاحب بیان کرتے ہیں مگر یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی قبولیت دعا کا ایک معجزہ ہے۔ (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرتبہ حضرت مولوی یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

اب اس مختصر خطاب کے بعد میں ٹھہر کے آخری دعا کرتا ہوں۔

****

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

M. S. DOUBLE GLAZING

Supplier & Installers

UPVC

Windows, Doors, Porches, Patio Doors

For Friendly Quote Please Contact **Tel: 020 8664 8040**

Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول ایسارچر (غانا) کی ۳۰ویں سالگرہ وجلسہ تقسیم انعامات کا کامیاب انعقاد

(رپورٹ :فهیم احمد خادم- ایسارچر- غانا)

تعلیم الاسلام احمدیہ سیکنڈری سکول ایسار چر، سنٹرل ریجن غانا، اپنی زندگی کی تیس بہاریں دیکھ چکا ہے۔اس پرمسرت موقع پر سکول کی انتظامیہ نے اس کی تیسویں سالگرہ منانے کا پروگرام بنایا۔ ان تقریبات میں جانے سے قبل ضروری ہے کہ سکول کی تاریخ پرمختصر روشنی ڈالی جائے۔

تاریخی پس منظر

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد، خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی مشہور عالم تحریک ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کے تحت ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول ایسارچر کا آغاز ۳۱/اکتوبر ۱۹۷۲ءکو ہوا۔اس کے اجراء میں ایسارچر کی معروف شخصیت، چیف صاحب Nana Akyin VI کا بہت ہاتھ تھا۔ان معزز چیف صاحب نے سکول کے آغاز کے لئے اپنا مکان پیش کر دیا۔ چنانچہ اسی مکان میں ہی اس سکول کا آغاز کر دیا گیا۔ اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر مکرم نصیر احمد صاحب تھے۔ سکول کا آغاز ۲۴ طلباء سے ہوا جس میں ۲۰ لڑکے اور چار لڑکیاں شامل تھیں۔سکول کا اجراء، احمدیہ مسلم مشن غانا کے تحت ہوا اور اسی کے تحت کامیابی سے چل رہا ہے۔ ۱۹۸۷ء میں حکومت غانا نے ایک قانون کے تحت سکول کو اپنی تحویل میں لے لیا جس کے تحت اس سکول کا شمار Government Assisted سکولوں میں ہونے لگا۔ اس وقت سے آج تک جن ہیڈ ماسٹر صاحبان کو سکول میں خدمت کرنے کی توفیق ملی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱)۔مکرم نصیر احمد صاحب۔اکتوبر ۱۹۷۲ء تا اکتوبر ۱۹۷۹ء۔(۲)۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ۔اکتوبر ۱۹۷۹ء تا مارچ ۱۹۸۳ء۔ (۳)۔مکرم نصیر الدین احمد صاحب مارچ ۱۹۸۳ء تا جون ۱۹۸۷ء۔(۴)۔مکرم مجید احمد بشیر صاحب۔جون ۱۹۸۷ء تا جولائی ۱۹۸۸ء۔(۵)۔ مکرم رشید احمد عاصم صاحب۔جولائی ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۶ء۔ (۶)۔Mr.Mohammad K.Abam ستمبر ۱۹۹۶ء تا جولائی ۱۹۹۷ء۔ (۷)۔ Mr.Dimbie Mumuni Issa یکم نومبر ۱۹۹۷ء تا حال

خدا کے فضل سے ۲۰۰۲ء میں سکول نے اپنے تیس سال مکمل ہونے پر جو پروگرام بنایا گیا ان تقریبات کو:

30th Anniversary

Speech & Prize-Giving Day

کا نام دیا گیا۔ اس تقریب کے لئے درج ذیل Theme رکھا گیا:

"Training Tomorrow's Leaders today, a worthwhile Investment"

یہ ایک بہت بڑا کام تھا ۔چھ ماہ قبل ہی مشن سے منظوری لے کر ابتدائی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ان کمیٹیوں نے اپنی اپنی سکیمیں پیش کیں جنہیں سکول کے بورڈ آف گورنرز میں پیش کیا گیا۔ بورڈ نے بجٹ کی منظوری کے ساتھ تیاری کے آغاز کی منظوری بھی دے دی اور تیاریاں شروع ہوگئیں۔ دعوت نامے تیار ہوئے۔بینرز بنے جنہیں مختلف قصبوں میں اہم جگہوں پر لگا دیا گیا۔سکول کی بھرپور صفائی کی۔دن رات کی محنت سے رنگ وروغن کیا گیا۔اسی وجہ سے تقریبات کے موقع پر سکول بہت دلکش لگ رہا تھا۔سکول کے احاطہ میں درختوں کے تنوں پر سفیدی کی گئی اور سڑکوں کے کناروں پر بھی رنگ کیا گیا۔ تمام سکول میں جھنڈیاں لگائی گئیں۔قناتوں کے اندر کرسیوں کو قرینے سے سجایا گیا۔جگہ جگہ ربن اور غبارے آویزاں تھے۔ مقام تقریب کے قریب ایک چوک کو بھی جھنڈیوں اور غباروں سے سجایا گیا اور ۱۴ زبانوں میں خوش آمدید لکھ کر لٹکایا گیا۔جن میں اردو، انگریزی، عربی، فرانسیسی اور فانٹی کے علاوہ ملک کے طول وعرض میں بولی جانے والی دوسری مقامی زبانیں شامل تھیں۔

کار پارک کے لئے الگ جگہ بنائی گئی۔خاص مہمانوں کو ان کے ناموں کے ساتھ کار کی جگہ مخصوص کی گئی۔الغرض سکول کو اپنی بساط اور طاقت کے مطابق غریب دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔

قارئین! آیئے اب ان تقریبات کی مزید تفصیل کی طرف چلیں:۔

سکول میگزین کی اشاعت خاص

اس تاریخی موقع پر سکول کے رسالہ ''النصرت'' جو لمبے عرصہ سے تعطل کا شکار تھا، کا ایک خاص ایڈیشن نکالا گیا۔ اس کی تیاری میں مکرم عباس داؤد صاحب ایڈیٹر میگزین اور ان کی ٹیم نے بہت محنت کی۔ رسالہ کے آغاز میں مکرم امیر صاحب غانا کا پیغام تھا جس میں آپ نے میگزین کے دوبارہ اجراء پر مبارکباد دی۔اس کے بعد سکول کی مختصر تاریخ، ہیڈ ماسٹر اور اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر کی رپورٹس کے علاوہ سکول کے چار ہاؤسز، سپورٹس اور ڈائننگ ہال پریفیکٹ کی رپورٹ بھی شامل کی گئیں۔خاکسار فہیم احمد خادم (مبلغ سلسلہ) کا سینئر ہاؤس پریفیکٹ کے ساتھ انٹرویو بھی شامل کیا گیا۔ علاوہ ازیں سکول کے Current Affairs کے تحت ریکارڈ کی جانے والی خبریں بھی اس کی زینت بنیں۔ان کے علاوہ لطائف، خبریں، مضامین اور نظمیں وغیرہ سب کچھ موجود تھا۔ ایک مختصر مدت میں چالیس صفحات پر مشتمل یہ رنگا رنگ میگزین، میگزین کمیٹی کی شاندار کاوش تھی۔

فٹ بال میچز

اس سالگرہ کو یادگار بنانے کے لئے ۱۰/دسمبر کا دن فٹ بال میچوں کے لئے مخصوص کیا گیا۔اس روز احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول پوٹسن، قصبہ اکرافو کی فٹ بال ٹیم، قصبہ ایسارچر کی فٹ بال ٹیم اور ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول ایسارچر کی ٹیموں کے مابین دوستانہ میچز سکول کی گراؤنڈ میں منعقد کئے گئے۔

اجتماعی وقار عمل

اس موقعہ کے حوالہ سے مورخہ ۷/دسمبر کو مختلف مقامات پر اجتماعی وقار عمل کرنے کا پروگرام تشکیل دیا گیا۔ جملہ طلباء کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ایک گروپ کو ایسارچر ٹاؤن بھجوایا جہاں اس نے مارکیٹ اور اس کے نواحی علاقہ کی صفائی کی۔طلباء کے دوسرے گروپ نے 'اکرافو' کا رخ کیا اور تیسرا گروپ 'ایسوشیا' گیا جہاں انہوں نے اسٹیشن اور ٹیکسی سٹینڈ اور دیہی میڈیکل سنٹر کی صفائی کی۔

۱۴/دسمبر ۲۰۰۲ء

جلسہ تقسیم انعامات

۱۴/دسمبر کا دن ہمارے سکول کی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل رہے گا۔اس روز سکول کی تیسویں سالگرہ منائی گئی۔اس روز کی اہمیت کے اعتبار سے نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی جس میں تمام مسلمان طلباء شریک ہوئے۔نماز کے بعد ایک احمدی استاد مکرم عبدالنور وہاب صاحب نے درس دیا۔

مہمانوں کی آمد

ساڑھے آٹھ بجے صبح مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ چند طلباء سکول کے گیٹ پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ مین گیٹ سے داخل ہوں تو دائیں اور بائیں جانب جلی حروف سے Welcome لکھا ہوا تھا۔مہمان آتے تو Ushers انہیں گرمجوشی سے خوش آمدید کہتے اور فنکشن کی مقررہ جگہ تک پہنچاتے۔ مدعوین خاص مکرم ہیڈ ماسٹر صاحب کے گھر جمع ہوئے۔

ساڑھے دس بجے جملہ معزز مہمان تشریف لا چکے تھے۔ان میں مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر و مبلغ انچارج غانا، مکرم حافظ احمد جبرائیل سعید صاحب نائب امیر ثالث، مکرم محمد یوسف یاسن صاحب نائب امیر اول، سکول بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین، ریجنل ڈائریکٹر آف ایجوکیشن، ریجنل وزیر کے نمائندے اور ڈسٹرکٹ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن شامل ہیں۔

کمپیوٹر سنٹر کا افتتاح

معزز مہمانوں کی تشریف آوری پر سکول کیڈٹ نے ان کا استقبال کیا۔ یہ مہمان سکول کیڈٹ کے جلو میں کمپیوٹر سنٹر پہنچے جہاں فیتہ کاٹ کر سکول کے نئے کمپیوٹر سنٹر کا افتتاح کیا گیا۔اس سنٹر میں آٹھ کمپیوٹر رکھے گئے ہیں۔

نمائش کا افتتاح

کمپیوٹر سنٹر کے بعد نمائش کا افتتاح عمل میں آیا۔یہاں سکول کے شعبہ ہوم اکنامکس، ٹیکنیکل، بزنس، آرٹس اور شعبہ اسلامیات کی طرف سے رکھی گئی اشیاء کی نمائش تھی۔کئی قسم کے کیک، بسکٹ، نمکو، پیسٹری، جام، سکواش، شعبہ ہوم اکنامکس کے تیار کردہ تھے۔شعبہ سائنس نے صابن کی مختلف اقسام تیار کر رکھی تھیں نیز بعض تجربات کو مختلف مراحل میں پیش کیا گیا تھا۔لکڑی سے بنی ہوئی اشیاء ٹیکنیکل طلباء کی کاریگری کا نمونہ تھیں۔نمائش میں بعض خوبصورت چارٹس آویزاں تھے جو آرٹ، خطاطی اور پینٹ پر مشتمل تھے۔

Waiting Shed کا افتتاح

سکول میں ویٹنگ شیڈ کی حال ہی میں تعمیر مکمل ہوئی۔اس کا مقصد طلباء کو ملنے کے لئے آنے والے مہمانوں کو بیٹھنے کی سہولت فراہم کرنا ہے۔معزز مہمانوں نے فیتہ کاٹ کر اس عمارت کا بھی افتتاح کیا۔

پرچم کشائی

اس کے بعد پرچم کشائی کی تقریب ہوئی جس میں مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب نے لوائے احمدیت جبکہ ریجنل منسٹر کے نمائندہ نے غانا کا قومی پرچم اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول کا پرچم لہرایا۔ احاطہ سکول کے وسط میں دو میٹر اونچی دیوار کے پاس یہ جھنڈے نصب کئے گئے تھے۔اس دیوار پر سفید رنگ کر کے ایک طرف کلمہ طیبہ اور اس کا ترجمہ اور دوسری طرف "Love for all, hatred for none" کے الفاظ خوبصورتی سے تحریر کئے گئے تھے۔

Procession

تقریب پرچم کشائی کے دوران قریب ہی احمدیہ مسلم طلباء کا ایک گروپ اور سٹاف ممبران procession کے لئے تیار کھڑے تھے۔سب سے آگے طلباء اپنے سفید لباس میں ملبوس تھے جبکہ سٹاف ممبران نیلے رنگ کے خوبصورت گاؤن پہنے بڑے وقار کے ساتھ کھڑے تھے۔ جونہی پرچم کشائی سے معزز مہمان فارغ ہو کر پروسیشن میں شامل ہوئے تو یہ سارا پروسیشن احمدی طلباء کی قیادت میں دھیرے دھیرے تقریب کی مقررہ جگہ کی طرف چل دیا۔یہ طلباء ''اَللّٰہُ اَکْبَر، اِیَّاکَ نَعْبُدُ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ'' کے الفاظ پر مشتمل خوبصورت نغمے گا رہے تھے۔یہ نظارہ بے حد دلکش تھا۔ جب معزز مہمان سٹیج پر پہنچے تو یہ پروسیشن اپنے اختتام کو پہنچا۔

سکول کیڈٹ

معزز مہمانوں نے اپنی نشستیں سنبھالیں تو بینڈ نے دھنیں بجانی شروع کیں اور ان دھنوں کے ساتھ سکول کیڈٹ حرکت میں آیا اور بڑی مہارت کے ساتھ پریڈ کا شاندار مظاہرہ کیا۔سکول کیڈٹ نیوی کے سفید اور نیلے رنگ کے خوبصورت یونیفارم میں ملبوس تھے۔

مکرم ومحترم عبدالوہاب بن آدم صاحب

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

اور ریجنل منسٹر کے نمائندہ مہمان خصوصی نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ ۳۰ منٹ کی یہ پریڈ اور سلامی اتنی خوبصورت تھی کہ حاضرین مسلسل تالیاں بجا بجا کر داد تحسین پیش کر رہے تھے۔

پروگرام کا آغاز

سکول کیڈٹ کی شاندار پرفارمنس کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو سال اول کے طالب علم Mr.Usman Okai نے کی۔ اس کے بعد احمدی مسلم طلباء کے ایک گروپ نے Songs of Praises پیش کئے۔ یہ نغمات درود شریف اور ذکر الٰہی پر مشتمل تھے۔ سکول کے اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر Mr.Incoom Kojo Ahmad نے جملہ معزز مہمانوں اور حاضرین کو خوش آمدید کہا۔ آپ نے کہا: ہمارا سیکنڈری سکول صرف احمدیوں کے لئے نہیں بلکہ اس کے دروازے ہر کس و ناکس کے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔

سینئر پریفیکٹ کی رپورٹ

سکول کی سینئر پریفیکٹ Miss. Hamdaratu Mohammad نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ سکول نظم وضبط، بھائی چارے اور امن کا گہوارہ ہے۔ انہوں نے سکول کی ضروریات کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے کہا: ہمارے سکول کو سکول بس، گرلز ڈارمیٹریز اور سٹاف کوارٹرز کی اشد ضرورت ہے۔

ہیڈ ماسٹر کی رپورٹ

سکول کے ہیڈ ماسٹر Mr.Dimbie Mumuni Issa نے مختصر رپورٹ پیش کی۔ آپ نے سکول کی مختصر تاریخ بیان کی۔ آپ نے سپورٹس، مذہبی مساعی، ماحول، ڈسپلن کے میدان میں سکول کی نمایاں کارکردگی کا تذکرہ کیا۔ آخر پر آپ نے احمدیہ مسلم مشن، (Parents/,PTA Teacher Association)، دیگر اداروں اور انفرادی شخصیات کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان سب کا تعاون مسلسل ہمارے سکول کے شامل حال رہا ہے۔ آپ نے سکول کی اشد ضروریات کے طور پر سائنس لیبارٹریز کی الگ اور مستقل عمارت اور سٹاف کوارٹرز کی تعمیر کا ذکر کیا۔

ہیڈ ماسٹر کی رپورٹ کے بعد طلباء نے انگریزی، فرانسیسی اور فانٹی میں نظمیں پیش کیں۔

معزز مہمان

اس موقعہ پر معزز مہمان Nana Baa تھے جو علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف کی نمائندگی میں تشریف لائے۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہم سب چیف صاحبان کو یہ سکول بے حد پیارا ہے۔ ہم پہلے بھی اس سے تعاون کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی اس کی ترقی میں تعاون کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ نے علاقہ کے لوگوں کو بھی سکول کی ترقی و بہبود میں انتظامیہ کا ہاتھ بٹانے کی تحریک کی۔

نمائندہ وزیر تعلیم

اس تقریب کے مہمان خصوصی وزیر تعلیم تھے۔ آپ خود تشریف نہ لا سکے لیکن ریجنل ڈائریکٹر تعلیم Mrs.Kate Martey کو اپنی نمائندگی میں بھجوایا۔ آپ نے اپنی تقریر میں سکولوں کے اندر ڈسپلن کے قیام پر بہت زور دیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کو شعبہ تعلیم میں غیر معمولی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔

ریجنل منسٹر کی تقریر

پروگرام کے مطابق سنٹرل ریجن کے ریجنل منسٹر نے بھی تشریف لانا تھا۔ وہ بھی خود نہ آسکے اور Mr.Wilson Fulson Forson، ریجنل کوآرڈینیٹنگ ڈائریکٹر کو اپنی نمائندگی میں بھجوایا۔ انہوں نے آپ کی تقریر پڑھ کر سنائی جس میں ریجنل وزیر صاحب نے گرلز ڈارمیٹری بنانے کا وعدہ کیا۔ سکول میں ایک نامکمل بلاک ہے (جس کی تعمیر عرصہ سے تعطل کا شکار ہے) فاضل وزیر نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ جلد اس بلاک کی تعمیر مکمل کروائیں گے۔ آپ نے یہ یقین دہانی بھی کروائی کہ ہماری کوشش ہے کہ آپ کے سکول کو حکومتی سکیم کے تحت ایسے سکولوں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے جنہیں حکومت ’’ماڈل سکول‘‘ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تقریر کے بعد طلباء کے ایک گروپ نے قومی نغمات پیش کئے۔

ڈپٹی منسٹر فار انرجی کا خطاب

اس تقریب میں ڈپٹی منسٹر فار انرجی Mr. K T.Hammond بھی تشریف لائے۔ آپ اس سکول کے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ نے حاضرین سے خطاب میں فرمایا کہ آج سے ۲۶ سال قبل جب ہم اس سکول میں زیر تعلیم تھے، ہمارے ہاں کوئی خاص سہولت میسر نہیں تھی مگر ہم خوش تھے اور خوب محنت کرتے تھے۔ اس وقت کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ نے بھی ہماری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے بے حد محنت کی جس کے لئے ہم ان کے بے حد شکرگزار ہیں۔

آپ نے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ علم کسی شخص یا قوم کی میراث نہیں۔ اس کے حصول کے مواقع ہر کس و ناکس کے لئے یکساں کھلے ہیں۔ تاریخ میں بڑے بڑے لیڈر جب آپ کی عمر کے تھے تو آپ کی طرح مستقبل کے سنہرے خواب دیکھا کرتے تھے۔ آخر انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا اور اپنے مقاصد اور عزائم کو حاصل کر ڈالا۔ مَیں بھی تو اِسی سکول کا پھل ہوں۔ آپ کی ڈاکٹرز، انجینئرز اور قانون دان بننے کی خوابیں ضرور پوری ہونگی۔ اگر آپ پڑھائی میں سنجیدگی سے زور دیں گے اور ان سماجی برائیوں سے بچیں گے جو کئی بے حد ذہین طلباء و طالبات کو تباہ کر چکی ہیں۔

آپ نے سکول کے پرانے طلباء پر بھی زور دیا کہ وہ منظّم ہو کر سکول کی مدد کے لئے آگے بڑھیں۔ آپ نے کہا کہ آج ہم جو کچھ بھی ہیں اور جس مقام پر کھڑے ہیں اسی درسگاہ کی بدولت ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ شکرگزاری کے جذبات سے سکول کی ترقی و بہبود کے لئے بھرپور اعانت کریں۔

آپ نے ایک سکالرشپ کا اعلان بھی کیا جس کے تحت ہر سال دو محنتی اور ضرورت مند طلباء کو سال بھر کے لئے وظیفہ دیا جائے گا۔ تقریر کے آخر پر آپ نے اپنی طرف سے سکول کو ۱۰ کمپیوٹر دینے کا اعلان کیا۔ (جَزَاهُ اللّٰه اَحْسَنَ الْجَزَاء)

تقسیم انعامات

اس خطاب کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب ہوئی۔ مختلف مضامین میں بہترین کارکردگی دکھانے والے طلباء میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ اساتذہ اور دوسرے عملہ میں سے بہترین کام کرنے والوں کو بھی انعامات دئے گئے۔ اولڈ سٹوڈنٹس اور انفرادی طور پر سکول کے ساتھ بے حد تعاون کرنے والے احباب میں بھی تحائف تقسیم کئے گئے۔

آخر میں مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مبلغ انچارج غانا نے اپنے اختتامی خطاب میں سکول کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور سکول کی انتظامیہ کو اس کامیاب فنکشن پر دلی مبارکباد پیش کی۔ آپ نے حاضرین کو بتایا کہ ابھی ڈسٹرکٹ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن نے سکول کو پچاس ڈیسک دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ ڈیسک کسی بھی وقت ان کے متعلقہ دفتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ آخر پر آپ نے اجتماعی دعا کروائی جس کے ساتھ بفضل خدا یہ فنکشن اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس تقریب میں طلباء، ان کے والدین، اولڈ سٹوڈنٹس، علاقہ کی معزز شخصیات کے علاوہ بہت سے دوسرے افراد نے شرکت کی۔ ان مہمانوں کی خدمت میں کھانا اور مشروبات پیش کئے گئے۔ تقریب میں ۱۵۰۰؍افراد نے شرکت کی۔

میڈیا کوریج

غانا کے نیشنل ریڈیو کے علاوہ چند مقامی ریڈیو سٹیشنز نے پروگرام کی تفصیلی رپورٹ نشر کی۔

اخبارات میں سے Daily Graphic، اور Ghanian Times نے پروگرام پر خبریں شائع کیں۔ TV3 اور Metro TV نے بھی تقریب کی تفصیلی خبر اپنے خبرنامہ میں نشر کی۔

محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ سکول کی تیسویں سالگرہ کی یہ تقریبات بے حد کامیاب رہیں۔ الحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

قارئین کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سکول کو بے حد ترقیات سے نوازے اور وہ مقاصد پورے فرمائے جن کے لئے اس کا اجراء کیا گیا تھا۔ آمین

الوئے ویرہ

بقیہ: اسلامی نظام تمدّن از صفحہ نمبر ۴

نے یہ تعلیم دی کہ ﴿هُوَ اَذًى﴾ تکلیف کی چیز ہے۔ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ لیکن عورت ایسی ہی پاک ہے جیسے تم۔ گویا ایک طرف تو علیحدگی کا حکم دیا تا قوتیں پھر نشوونما پائیں اور دوسری طرف گند کے نقصانات سے آگاہ کر دیا۔

پھر بہت سے فتنے اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ بعض مذاہب میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عورت کی روح اَور ہے اور مرد کی اَور۔ بلکہ بعض عیسائیوں میں تو یہ خیال بھی ہے کہ عورت کی روح ہوتی ہی نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ﴿مِنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ جیسی روح تمہاری ہے ویسی عورتوں کی ہے۔

اب دیکھو، کیسی امن کی تعلیم ہے۔ عام طور پر اس لئے لڑائی جھگڑا ہوتا ہے کہ مرد سمجھتے ہیں عورت میں حِسّ ہوتی ہی نہیں۔ اچھا کھانا، پہننا، سیر و تفریح سب اپنے لئے ہے۔ ایسے لوگ عورت کو جب چاہیں مار پیٹ لیں گے اور بلا وجہ اپنی سیادت جتاتے رہیں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عورت میں حسّ نہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے پنجاب میں تو عام طور پر عورت کو جوتی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے بتایا کہ ﴿مِنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ تم میں اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح بُری بات تمہیں بُری لگتی ہے اس طرح اس کو بھی بُری محسوس ہوتی ہے اور اسے بھی تمہاری طرح ہی اچھی باتوں کی خواہش ہے۔

یہ مضمون تو بہت لمبا ہے اور ابھی میں نے اس کا پہلا حصہ ہی بیان کیا ہے...... اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ رسول کریم ﷺ کی اصلی شان کو دنیا میں پیش کر سکیں۔ تا وہ لوگ بھی جو اس سے اس وقت دور ہیں قریب ہو جائیں اور ساری دنیا اس اخوت میں پروئی جائے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہ لڑائی جھگڑے دور ہو جائیں جنہوں نے ایک آدم کی اولاد کو دو کیمپوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔

(مطبوعہ: الفضل ۱۵؍نومبر ۱۹۳۲ء بحوالہ انوار العلوم جلد ۱۲ صفحہ ۵۳۲ تا ۵۴۱)

’’مگر اس قوم کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ..........‘‘

جناب جمیل زبیری صاحب ۲۵ سال تک ریڈیو پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے اور مختلف حیثیتوں سے انہوں نے اہم خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے اپنی پچیس سالہ ملازمت کے زمانہ کی یادوں کو بہت ہلکے پھلکے اور خوبصورت انداز میں رقم کرکے انہیں ’’یاد خزانہ‘‘ کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ان کی یہ دلچسپ اور پُراز معلومات کتاب مکتبہ دانیال عبداللہ ہارون روڈ کراچی نے ۱۹۹۳ء میں شائع کی۔ اس میں زبیری صاحب نے بے شمار لوگوں اور نامور ہستیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک عظیم ہستی سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’کچھ احساس ہو رہا تھا کہ میرے سامنے ایک پہاڑ ہے اور میری حیثیت ایک چیونٹی کے برابر ہے‘‘۔

اس عظیم ہستی سے ملاقات کا حال زبیری صاحب نے ان الفاظ میں رقم فرمایا ہے:۔

’’ایک روز اخبار سے معلوم ہوا کہ پروفیسر عبدالسلام کراچی آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے یاور مہدی سے کہا انہیں انٹرویو کے لئے ضرور بلانا ہے اور ایک فوٹو گرافر کا بھی انتظام کرنا ہے۔ ان سے دن اور تاریخ طے ہوگئی اور وہ اپنی اسی سادگی سے ایک روز ہمارے پاس آگئے۔

ان کی شان بے نیازی دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ مَیں زندگی میں بہت کم کسی سے مل کر اتنا متأثر ہوا ہوں جتنا ان سے مل کر ہوا۔ وہ سٹوڈیو میں میرے سامنے بیٹھے تھے۔ مجھ پر کچھ ایسا رعب طاری تھا کہ ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ کچھ ایسا احساس ہو رہا تھا کہ میرے سامنے ایک پہاڑ ہے اور میری حیثیت ایک چیونٹی کے برابر ہے۔ ان کا انٹرویو کرنے کے لئے ہم نے عظیم قدوائی کو مدعو کیا تھا۔ چونکہ عظیم قدوائی ایک زمانہ میں خود ریڈیو میں رہ چکے تھے۔ وہ ریڈیو اور اس کی ضروریات سے پوری طرح واقف ہیں۔ انہوں نے بڑے نپے تلے سوالات کئے اور پورے انٹرویو میں ہمیں کچھ بھی ایڈیٹنگ نہیں کرنا پڑی۔ انٹرویو کے بعد مَیں نے ان سے اپنے ساتھ فوٹو کھچوانے کی درخواست کی۔ وہ بخوشی راضی ہو گئے۔ چنانچہ ہم سب کی تصویریں کھچیں۔ اس زمانے تک انہوں نے داڑھی نہیں رکھی تھی اور عمر بھی اتنی نہیں ہوئی تھی۔

مگر اس قوم کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ جس کا ایک سپوت دنیا کا مانا ہوا اتنا بڑا سائنس دان ہے، وہ مغربی دنیا میں جہاں بھی جاتا ہے لوگ اسے سرآنکھوں پر بٹھاتے ہیں، مگر جب وہ اپنے ملک میں آتا ہے تو ہمارا مولویوں کا طبقہ اخباروں میں اس کے خلاف بیان بازی کرتا ہے اور انہیں واپس بھجوانے کے نعرے لگاتا ہے۔ ان کی خطا یہ ہے کہ وہ ایک قادیانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ لیکن علم اور دانشوری مذہب نہیں دیکھتی۔ خدا جس کو چاہتا ہے عقل و سمجھ عطا کرتا ہے۔ ہمیں تو اس بات کی بڑی قدر کرنی چاہئے کہ جب انہیں نوبل انعام ملا تو وہ پاکستانی لباس پہن کر انعام وصول کرنے گئے اور اپنے آپ کو فخر سے پاکستانی کہا اور ہم انہیں فخر پاکستان کہنے کی بجائے ان پر لعن طعن کرتے رہتے ہیں‘‘۔

(کتاب ’’یاد خزانہ‘‘ صفحہ ۲۷۷۔۲۷۸)

زبیری صاحب نے اپنی اس کتاب میں چاند پر اترنے والے تین امریکی خلا بازوں نیل آرمسٹرونگ، ایڈون ایلڈرن اور مائیکل کولنز کے انٹرویو کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے ذکر کے ساتھ بھی وہ محترم پروفیسر عبدالسلام کا ذکر کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

’’ایمانداری کی بات یہ ہے کہ مَیں زندگی میں آج تک جتنے لوگوں سے ملا ہوں ان میں سے سوائے پروفیسر عبدالسلام کے کسی اور شخص سے مل کر اتنا متأثر نہیں ہوا جتنا ان لوگوں سے مل کر‘‘۔

(کتاب ’’یاد خزانہ‘‘ صفحہ ۲۱۷)

(مرسلہ : مسعود احمد دھلوی۔ ربوہ)

تعارف کتاب

ویلکم ٹو احمدیت

Welcome to Ahmadiyyat

(احمدیت میں خوش آمدید)

نام کتاب: ویلکم ٹو احمدیت Welcome To Ahmdiyyat (انگریزی)

مؤلف: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ناشر: جماعت احمدیہ امریکہ۔ تعداد صفحات: ۵۲۰

سن اشاعت: جون ۲۰۰۲ء

جماعت احمدیہ امریکہ کی طرف سے خوبصورت رنگین ٹائٹل کے ساتھ جماعتی تنظیم اور عقائد کے تعارف پر مبنی ایک ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے جس کو مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے لکھا ہے جو اس کتاب کی اہمیت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ آپ نے اپنے مختصر کلمات میں جماعت احمدیہ کی بنیاد اور اس کی روز افزوں ترقی اور الٰہی تائیدات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اب جبکہ کروڑوں لوگ آغوش احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں نومبایعین کی معلومات میں اضافہ کے لئے یہ کتاب مفید ہوگی۔

زیرنظر کتاب میں جن موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے ان میں انسانی زندگی کا مقصد، اسلام کے بنیادی عقائد، دینی شعائر اور عبادات، دینی قوانین، آنحضرت ﷺ، جماعت احمدیہ کا تعارف، حضرت مسیح موعودؑ، احمدیوں اور دوسروں میں فرق، خلافت احمدیہ، ذیلی تنظیموں کا نظام، جماعت میں رائج چندوں کا نظام، اہم دینی تقریبات، اسلام میں عورت کا مقام، اسلامی اخلاق و آداب وغیرہ امور کا تذکرہ ہے۔ کتاب کے آخر پر اہم دینی اصطلاحات کی وضاحت بھی کردی گئی ہے نیز کتاب کا انڈیکس بھی دیا گیا ہے۔

اہم دینی عقائد، جماعت احمدیہ کے تعارف اور نظام جماعت کے بارہ میں کتاب میں مندرج معلومات نہ صرف جماعت میں شامل ہونے والے نئے افراد کے لئے سودمند ہونگی بلکہ انگریزی زبان جاننے والے احمدیوں کے لئے بھی یہ کتاب یقیناً فائدہ کا موجب ہوگی اور دعوت الی اللہ کے کام بھی آئے گی۔

یہ کتاب جماعت احمدیہ امریکہ سے حاصل کی جا سکتی ہے یا جماعتی ویب سائٹ "Alislam.org" کے سٹور آن لائن کے ذریعہ بھی آرڈر دیا جاسکتا ہے۔

دنیائے طب

(ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی۔ لندن)

ذیابیطس

ذیابیطس کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو بچپن سے شروع ہوتی ہے اور دوسری وہ قسم جو اکثر چالیس سال کی عمر کے لگ بھگ نمودار ہوتی ہے۔ یہ دوسری قسم بہت عام ہے اور زیادہ خطرات اسی سے وابستہ ہیں۔ اس کی تشخیص اور علاج پر بہت خرچ ہوتا رہتا ہے۔ ایشائی لوگوں میں یہ بیماری بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور مختلف اندازوں کے مطابق جہاں گوروں میں یہ ۲ فیصد سے ۵ فیصد میں پائی جائے گی ایشین افراد میں اس کی شرح ۵ فیصد سے ۱۰ فیصد ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس پر بہت کام ہوا ہے۔ جدید خیال یہ ہے کہ اس کی وجہ جسم میں انسولین کی کمی نہیں بلکہ انسولین جسم کے مختلف خلیوں میں جو پیغام بھیجتی ہے، تاکہ جسم میں گلوکوز کو توانائی کے طور پر استعمال کیا جاسکے، اس پیغام رسانی میں نقص واقع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ لبلبہ کو بار بار انسولین بنانی پڑتی ہے تاکہ بار بار انسولین پیغام پہنچانے کی کوشش کرے جو بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ذیابیطس کے اکثر مریضوں میں اوائل میں خون کے اندر انسولین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اور جن میں ذیابیطس ہونے کا امکان ہے ان کے خون میں بھی انسولین زیادہ پائی جاتی ہے۔ چنانچہ کئی ہسپتالوں میں ایسے ٹیسٹ کرکے بتایا جاسکتا ہے کہ ذیابیطس ہونے والی ہے یا نہیں۔ امریکہ میں ایک دوائی ایسی ایجاد ہوچکی ہے جو انسولین کی پیغام رسانی کو زیادہ مؤثر بناتی ہے۔ اس کا نام Rosiglitazone ہے او راس کے ساتھ کی اور دوائیاں بھی ایجاد ہورہی ہیں۔

اسپرین اور آئی بیو پروفن (IBUPROFEN)

جب کسی کو ہارٹ اٹیک ہو یا انجائنا کی تکلیف ہو تو اسے اسپرین دی جاتی ہے۔ اس سے مزید ہارٹ اٹیک کی شرح کم ازکم ۴۰ فیصد کم ہوجاتی ہے۔ آئی بیو پروفن ایک ایسی دوائی ہے جو درد کے لئے بڑی مؤثر ہے اور اکثر جب دل کی بائی پاس سرجری ہوئی ہو یا انجیو گرافی کا زخم ہو تو یہ دوائی ساتھ دی جاتی ہے تاکہ اپریشن کی درد کو آرام ملے۔ لیکن حال ہی میں ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اسپرین اور آئی بیو پروفِن (Ibuprofen) میں کچھ اَن بَن ہے جس کی بنا پر انہیں اکٹھا دینے سے اسپرین کا دل پر مفید اثر ختم ہوجاتا ہے۔ اس جدید تحقیق کے پیش نظر اب ڈاکٹروں نے اسپرین اور آئی بیو پروفن کو اکٹھا دینا چھوڑ دیا ہے۔ یاد رہے کہ معاملہ اسپرین کا صرف آئی بیو پروفِن کے ساتھ ہے اور اس کے مشابہ ادویات مثلاً Diclofenac یا Inomethacin کے ساتھ نہیں۔

آپ کا ڈاکٹر موٹا ہے یا دبلا

جس ڈاکٹر سے آپ طبّی مشورہ لے رہے ہیں وہ موٹا ہے یا دبلا۔ جی ہاں یہ بھی بہت اہم معاملہ ہے کیونکہ اس کا بھی آپ پر اچھا یا برا اثر پڑ سکتا ہے۔ امریکی ریسرچ کے مطابق اگر دبلا ڈاکٹر مریض کو اس کی صحت یا بیماری کے متعلق کوئی ہدایت دے تو مریض اس کی بات پر زیادہ اعتماد کریں گے بہ نسبت ایک زیادہ وزن رکھنے والے موٹے ڈاکٹر کے۔ لیکن تعجب کی بات یہ بھی ہے کہ اگر مریض کو ہدایات مریض کے اپنے وزن کے بارہ میں دی جائیں تو ایسی صورت میں موٹے اور دبلے ڈاکٹر مریضوں میں برابر کا اعتماد پیدا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان! ذرا ہوشیار۔

نرسنگ ہوم کے باشندے اور نیند آور دوائیاں

مغربی معاشرہ میں جہاں ایسے بوڑھے لاچار لوگوں کے لئے جن کا کوئی عزیز یا قریبی انہیں اپنے ہاں رکھنے پر آمادہ نہیں یا سرے سے موجود ہی نہیں ایسے خاص ادارے قائم ہیں جن میں یہ بیچارے اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گزارتے ہیں۔ ان بوڑھوں کو کنٹرول میں رکھنے لئے اور ان کی ضروریات کو کم کرنے کے لئے معلوم ہوتا ہے کچھ ادارے انہیں نیند کی گولیوں سے سلائے رکھتے ہیں۔ Age & Ageing کے ایک حالیہ شمارے میں برطانیہ کے ایسے ۲۲ اداروں پر ایک تحقیق کا ذکر ہے جس میں بتایا ہے کہ ان میں صرف سات فیصد باشندے ایسے تھے جنہیں واقعۃً نیند آور ادویات کی ضرورت تھی لیکن عملاً یہ ادویات چوبیس فیصد باشندوں کی دی جارہی تھیں۔

اردو کلاس میں

تدریس نماز

(قسط دوم)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے اردو کلاس میں آسان زبان میں نماز کے معانی اور مطالب سمجھاتے ہوئے فرمایا:۔

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾:
اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن ہے، رحیم ہے۔

یہاں صرف دو صفات بیان ہوئی ہیں ۔ اس سے پہلے اللہ کا تعارف کروایا تھا کہ ساری خوبیوں کا مالک، ہر بدی سے پاک۔ اب رَحْمٰنِ اور رَحِیْمِ، تیرا نام ﴿اَللّٰہ﴾ ساری خوبیاں لئے ہوئے ہے۔

اب ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ کے ساتھ دو نام دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کا نام ایک ہے لیکن اس کے اندر صفات زیادہ ہیں ۔ اور جو بنیادی صفات خدا کے اندر ہیں اور جو ساری خدائی صفات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں وہ رَحْمٰنِ اور رَحِیْم ہیں۔ ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾۔

اللہ کے نام کے ساتھ جو بھی کرو، جو بھی دماغ میں ہو تو ﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ اس کے لئے کافی ہے۔ اگر تم کھانے لگے ہو تو کہہ دو ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ۔ اگر سفر پر جا رہے ہو تو ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾۔ اگر کپڑے پہننے لگے ہو تو ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾۔ جو کام بھی کرو وہ اسی ایک چھوٹی سی آیت سے ہو جائے اور اللہ کا نام سب کے ساتھ لگ جائے گا۔ اللہ کی جب پناہ مانگی ہے شیطان سے تو اس پناہ کے بعد پھر اللہ سے کچھ حاصل بھی تو کرنا ہے۔ یہ تو نہیں کہ شیطان دوسری طرف چلا گیا تو فٹافٹ گودی سے اتر کر بھاگ گئے جیسے بچے کرتے ہیں۔ کُتّا آیا تو دوڑ کے اپنے ابّا امّی کے پاس چلے گئے، کُتّا گیا تو ٹانگیں مار کے اتر گئے فوراً، کہ اب ہمیں جانے دو۔

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ﴾ کے بعد اب اللہ کے ساتھ رہنا ہے۔ شیطان سے جب پناہ مانگی تو اب اللہ کے ساتھ ہی رہنا ہے۔ اور اللہ کے ساتھ رہنے کے کچھ فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ کام آئے گا۔ ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کہہ کے جو مرضی کرو، جو مرضی کھاؤ، جو مرضی پیو، جو مرضی پڑھو، جو مرضی چیزیں اختیار کرو، کپڑے لو، سامان لو، اگر ﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ پڑھو گے تو تمہارا کام برکت والا ہوگا۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی بُرا کام تو نہیں کر سکتے۔

﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ کہہ کے کوئی گندی چیز تو نہیں کھا سکتے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ کہہ کے سود پر قرض نہیں لے سکتے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ کہہ کے کوئی حرام کام نہیں کر سکتے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ نے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہ﴾ کے بعد تمہارا راستہ صاف کر دیا ہے۔ ایسا کر دیا ہے کہ اس پر اچھے کام ہو سکتے ہیں، بُرے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اللہ نے ساتھ لگے رہنا ہے۔

آگے دو صفات ہیں اللہ کی ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾۔ رَحْمٰن کس کو کہتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ صفات پھوٹ کے بہہ رہی ہیں ۔ اللہ کے نام سے شروع ہو کر اللہ کی دو صفات ہمارے سامنے آرہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ ساری دوسری صفات پر غالب ہیں ۔ اور اگر غور کرو تو انہی دو صفات میں سے خدا کی ساری صفات مل سکتی ہیں۔

صفات کس کو کہتے ہیں؟ سننا، بولنا ، دیکھنا، گرم محسوس کرنا، ٹھنڈا محسوس کرنا، یہ سب صفات ہیں۔ صفات ،صفت کی جمع ہے ۔ اس کو Attribute / Quality کہتے ہیں۔ عربی میں صفت کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ میں جو جو خوبیاں پائی جاتی ہیں ان کو صفات کہتے ہیں۔

(اردو کلاس نمبر ۳۰۹۔ منعقدہ ۱۰/ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

نماز میں جو سب سے مرکزی چیز ہے، جس سے نماز بنتی ہے، جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ قرآن کی ماں ہے۔ اس کا نام سورۃ فاتحہ ہے ۔ ماں کیسے بن گئی؟ چھوٹی سی سورۃ ، سات اس میں آیتیں ہیں کل۔ مائیں بتا سکتی ہیں کہ یہ مسئلہ کیا ہے؟ کہ قرآن کریم بڑی کتاب ، الف سے لے کر سین تک ، اتنے مضامین، سب کچھ اس میں ۔ اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سورۃ فاتحہ اس کی ماں ہے۔

ماں کا جو Ovam ہے کتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ اس میں سب Blue Print موجود ہوتا ہے اور اس سے اتنا بڑا بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بلیو پرنٹ سورۃ فاتحہ ہے۔ خود چھوٹی ہے لیکن اس کے اندر ساری قرآن کریم کی باتیں اور جو مضامین ہیں وہ اس میں موجود ہیں اور اس کے بہت ثبوت ہیں۔ وہ تفصیلی بحث یہاں نہیں ہو سکتی۔

ماں کے پیٹ میں جو چھوٹا سا بیضہ (انڈا) ہوتا ہے اس کے اندر تصویر درج ہوتی ہے سارے انسان کی جو بعد میں پیدا ہوتا ہے اور بڑا ہوتا ہے۔ وہ خود اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ننگی آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ تو اس طرح چھوٹی چیز بڑی چیز کی امّاں بنتی ہے، اگر اس میں بڑی چیز کی ساری باتیں موجود ہوں۔ جب بچہ پیدا ہو جائے پھر اس انڈے کے اندر جو تصویر خدا نے بنائی ہے وہ کھولنی شروع کر دیتا ہے اور وہ بچہ آہستہ آہستہ جو لوگوں کو دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس کے اندر جتنی باتیں ہیں آنکھیں، ناک، کان، خون، پیٹ، بازو، اندر کی چیزیں گردے، گلے کے اندر غدودیں، جگر، جتنی چیزیں ہیں ماں کے پیٹ میں، جو بیضہ ہے جس میں بچہ بننا شروع ہوتا ہے مرد کے ذرّے کے ساتھ مل کر۔ یہ بیضہ ماں ہے انسان کی اور انسان کی تمام باتیں اس کے اندر موجود ہوتی ہیں۔

اس طرح سورۃ فاتحہ پر جتنا بھی غور کریں ، سورۃ فاتحہ میں قرآن کریم کی باتیں دکھائی دیتی ہیں اور قرآن کریم سورۃ فاتحہ کے مضمون سے زیادہ سمجھ آتا ہے۔

(اردو کلاس نمبر ۳۱۰۔ منعقدہ ۱۱/اکتوبر ۱۹۹۷ء)

ایک اور کلاس میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا: رَحْمٰن کے دو معنی ہیں۔ (۱) ﴿اَلرَّحْمٰن﴾ اس ذات کو کہتے ہیں جس سے زیادہ رحم کرنے والا نہ ہو۔ اور (۲) بن مانگے دینے والا۔ کسی نے کچھ نہ مانگا ہو اور پھر بھی وہ دے دے۔ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اسی سے نکلتا ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰن﴾:

ایسی ذات جس سے کوئی مانگنے والا ہو ہی نہیں پھر بھی دے دے۔ مائیں بچہ پیدا کرتی ہیں، بچہ ابھی ہوتا ہی نہیں، وہ مانگتا ہی نہیں کہ مجھے پیدا کرو۔ اس لئے ماؤں کے اس حصہ کو جس میں بچہ بنتا ہے اس کو رِحم کہتے ہیں۔ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا کہ رَحْمٰن اور رِحم کا مادہ ایک ہی ہے۔

انسانوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والی ماں ہے اور بن مانگے دینے والی بھی ماں۔ دودھ جب بچہ مانگ نہیں سکتا، کوئی اپنی ضرورت پوری نہیں کروا سکتا، کچھ کہہ نہیں سکتا، وہ پھر بھی وہی کرتی ہے۔ پیدا بھی کرتی ہے، بنا ہی نہیں ابھی، کوئی مانگنے والا ہے ہی نہیں۔

تو رحمان کا ایک مطلب ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ، حد سے زیادہ ،جس کا تصور بھی نہیں کسی کو ۔ اور پھر بن مانگے دینے والا۔ یہ رحمٰن ہے۔ اس لئے جب کہو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ اس خدا کے کتنے احسانات ہیں۔

﴿رَبِّ الْعٰلَمِیْن﴾:

سارے جہانوں کو پالتا ہے۔ ڈائنا سور بھی اسی نے پالا ہے۔ ڈائنا سور کا بن مانگے دینے والے سے کیا تعلق ہے؟

خدا تعالیٰ نے ملین ،بلین سال، بہت پہلے ڈائنا سور کو پیدا کیا۔ زمین بھر گئی اور سمجھ نہیں آتی تھی۔ اگر دیکھتے اور ساری دنیا پر ڈائنا سور تھے بڑے بڑے جیسے G.Park سارے کھا رہے ہیں۔ اور پھر کوئی ایسی ہوا بدلی، سمندر پر اوپر سے بارش ہوئی، اجرام فلکی کی Meteors کی۔ اتنا بڑا Meteors سمندر کے بیچ گرا، ایک لائن میں کہ شمال سے جنوب تک ایک طوفان اٹھا ہے سمندر میں اور اس نے لاکھ سال یا شاید اس سے بھی زیادہ ہو یا کم ہو، بہت لمبا عرصہ تک فضا میں دھند طاری کر دی۔ سورج اس سے ٹکرا کر واپس چلا جاتا، نیچے نہیں اتر سکتا تھا۔ نیچے کی گرمی وہاں قید ہو جاتی ہے اور اس طرح فضا بدلی ایسی کہ جن چیزوں پر ڈائنا سور پلتا تھا وہ خشک ہو کر مر گئیں اور ساتھ ہی ڈائنا سور بھی مر گیا۔ سب جب مر گئے۔ یہ آج جو تیل ہم استعمال کرتے ہیں وہ اس ڈائنا سور سے ہے۔

تو وہ جانور جن سے آگے خدا نے زندگی چلانی تھی وہ پہلے جنگلوں میں چھپے ہوئے، دبے ہوئے تھے کہ شکر ہے ڈائنا سور گیا ہے یہاں سے۔ اور باہر نکل کر دنیا میں پھیلے، بڑھے۔ پھر بندر پیدا ہوئے، پھر انسان پیدا ہوا۔ ڈائنا سور کی یہ کہانی بن مانگے دینے والے کے ساتھ اس تعلق میں ہے۔

(اردو کلاس نمبر ۳۰۸۔ منعقدہ ۸/ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

سورۃ فاتحہ کی تشریح

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ میں جو سورۃ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے ہے، اُس رَحْمٰن ورَحِیْم کا مطلب زمین و آسمان کو پیدا کرنے اور قانون قدرت جاری کرنے سے ہے۔ اس اللہ کے نام سے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور ایسے قانون بنائے جو اس کا فضل بار بار آئے۔ ﴿رَحِیْم﴾ کا مطلب ہے بار بار رحم کرنے والا۔ مثلاً بیجوں کے موسم ہوتے ہیں ، بہار، خزاں، گرمی ، سردی، چکر لگاتے رہتے ہیں یہ اس کی رحیمیت کا چکر ہے۔ زمین میں، فضا میں ہر چیز انسانوں کو دی جو اُن کے کام آئے۔ سب قانون بنا دئے، بندہ تھا ہی نہیں مانگنے والا۔

﴿رَحْمٰن﴾ بن مانگے دینے والا۔ جو بن مانگے دینے والا ہے وہ حد سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ گویا سب کچھ دے دیا۔ اگر کچھ بچا کے رکھتا تو رحمٰن نہ ہوتا۔ اس کائنات کو پیدا کرنے کے بعد، بلین سال کے بعد جن چیزوں کی ضرورت پڑنی تھی مثلاً کیمسٹری کا نظام ، زمین و آسمان کے چکر، موسم کے اثرات، بجلی کا نظام، پہلے ہی پیدا کیں۔ اللہ سے مانگا تو نہیں خود ہی دے دیا۔ بن مانگے دینے والا اور اتنا زیادہ دینے والا کہ اس سے زیادہ مانگا جا ہی نہیں سکتا، جو سنبھالا نہ جائے۔ اب ایک دفعہ دے دیا تو پھر چھٹی تو نہیں ہوگئی اور اس سے تعلق کے لئے کوئی چیز ایسی چاہئے جن میں کچھ انسانی محنت بھی ہو اور بار بار اس کا فضل ہو۔

﴿رَحِیْم﴾: رحیم خدا وہ ہے جو رحیمیت کے فضل کو بار بار لاتا ہے۔ بار بار جو لاتا ہے اس میں کچھ محنت آپ کو ڈالنی پڑتی ہے۔ کچھ محنت آپ ڈالیں، نتیجہ خدا تعالیٰ نکالے گا۔ یہ رحمانیت اور رحیمیت کے جڑے ہوئے سَر بنتے ہیں۔

اب سورۃ فاتحہ شروع ہوگئی۔ سورۃ فاتحہ میں بھی ہمیں ربّ ملتا ہے، رحمٰن ملتا ہے، رحیم ملتا ہے۔ اس رحمٰن کو سورۃ فاتحہ میں پھر کیوں بیان کیا؟ سوال ہے؟۔ (اس میں روحانی تحائف کا ذکر ہے، ربوبیت کا بھی ذکر ہے)۔

رحمٰن کی ایک تعریف کائنات کو پیدا کیا، ضرورتیں پیدا کیں۔ لیکن قرآن مجید عجیب کتاب ہے، کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا، ہر چیز اس کے اندر موجود ہوگی

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

اس لئے اس کے متعلق بیان ہے ﴿مَا لِھٰذَا الْکِتَابِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّا اَحْصٰھَا﴾ لوگ کہیں گے قیامت کے دن عجیب کتاب ہے چھوٹی اور بڑی چیز نہیں چھوڑی۔

اب رحمٰن کے متعلق قرآن کریم میں بیان ہے۔دنیا کی کسی کتاب میں نہیں جو قرآن کریم میں ہے۔﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ﴾۔الرحمٰن میں صرف مادی کائنات پیدا نہیں کی۔رحمٰن نے اس کائنات کو سمجھنے کے لئے انسان کو پیدا کردیا۔ ﴿اَلرَّحْمٰنُ ......خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ دنیا کا تمام انسان اگر تخلیق کی بات کرتا ہے تو خالق کی کیا صفت بیان کرتا ہے۔...... دنیا کی کسی کتاب نے رحمٰن کو خلق سے منسوب نہیں کیا، صرف قرآن ہے جو بات رحمٰن کی کرتا ہے اور ساتھ انسان کی پیدائش کی بھی، اس میں کیا حکمت ہے؟ دنیا میں جتنی بھی مذہبی کتابیں ہیں کسی میں بھی نہیں ہے کہ رحمٰن نے پیدا کیا۔ وہ کہیں گے کہ خالق نے پیدا کیا ہے، یا اللہ نے پیدا کیا۔ ایک قرآن ہے جو سب سے ہٹ کر بات کرتا ہے جو کہتا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ ......خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ اس میں کیا حکمت ہے؟

پہلی بات یہ کہ رحمانیت کے نتیجہ میں جو کائنات پیدا کی اس کا اعلیٰ مقصد یہ تھا کہ انسان کو پیدا کیا جائے۔ رحمٰن خدا اگر انسان کو پیدا نہ کرتا تو کائنات کا کوئی بھی فائدہ نہ رہتا۔ انسانوں کو حیوانوں سے نکالنے کے لئے کائنات بنائی۔ ہوشیار سے ہوشیار جانور بھی کائنات کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ رحمانیت کن جگہوں پر جلوہ دکھا رہی ہے۔ انسان ہی ہے جس نے تمام جانوروں کے متعلق مضمون اکٹھے کر لئے ہیں مثلاً کوئی بندر شیر کے متعلق کچھ کہہ سکتا تھا کہ یہ رحمانیت کا چکر ہے، کوئی کوّا کسی کُتّے کے متعلق سوچ سکتا ہے کہ یہ رحمانیت کا چکر ہے۔ اپنی اپنی ذات کے متعلق پتہ ہے لیکن ساری کائنات کا نہیں پتہ۔ انسان کو نکال لو تو اللہ کی رحمانیت ہر جانور کے اندر اتنی اتنی رہ جائے گی کہ کسی کو پتہ نہیں ہوگا کہ خدا نے کیا دیا ہے۔ اس لئے اللہ نے انسان کو پیدا کرنا تھا۔ اس لئے کہ رحمانیت کا یہ جلوہ تھا کہ انسان کو لازماً پیدا کرے کیونکہ جتنے خزانے ہیں تیل وغیرہ کے، ڈائناسورس، لکڑی، کوئلہ، ہیرے بن گئے وغیرہ وغیرہ۔ کیا ان سے جانور فائدہ اٹھا سکتا تھا؟ چیزیں بنا دیں اور کوئی فائدہ نہ اٹھائے۔ مثلاً کیا کسی کُتّے کے بچے کو ہوائی جہاز چلاتے دیکھا ہے؟ جب خدا کی رحمانیت سے کسی نے فائدہ نہیں اٹھانا تھا تو رحمانیت کس کام کی۔ جتنی چیزیں ہیں سب انسان کے اوپر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ ساری کائنات سے فائدہ اٹھا رہا ہے جس پر خدا فرماتا ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ﴾۔ کوئی کتاب اپنے وجود کو رحمان کی طرف منسوب نہیں کرتی کہ رحمان نے بائبل اور گیتا اتاری، کہیں نہیں ملے گا۔ صرف قرآن کہتا ہے کہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ اب ﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ روحانی کائنات بن گئی۔ وہی رحمٰن جس نے کائنات کو پیدا کیا۔ وہ رحمٰن جس نے روحانی کائنات کو پیدا کیا۔ اب روحانی کائنات کو سمجھنے کے لئے انسان کو پیدا کرنا ضروری تھا، ورنہ کوئی جانور تو قرآن کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اور پہلے انسان بھی نہیں سمجھ سکتے تھے اس لئے ان کی کتابوں میں کہیں دعویٰ نہیں کہ ان کو ہم نے گیتا دی۔ کیونکہ پورا جلوہ نہیں تھا اور قرآن کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ قرآن ان کو دیا۔ پہلے انسان عیسائی، زرتشتی، یہودی، ان کو قرآن نہیں دیا، وہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اَلْاِنْسَان رسول اللہ ﷺ تھے، انسان کامل، اس نے بعد میں آنا تھا، جس نے قرآن کو سمجھنا تھا، اس کو قرآن ملنا تھا اب ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ کے دو معنی بن جاتے ہیں۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ﴾ اُس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو بیان کا طریقہ سکھایا۔ اب قرآن کے مضامین، اُس کی روشنی حاصل کرنا، اس کے حوالہ سے دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے ایک دوسرے سے تفریق کر رہے ہیں۔ یہ سب بیان کی باتیں ہیں۔ اور دوسرے بیان میں اپنے مقصد کو واضح کرنا ہے۔ دل کی بات کو کھل کر پیش کریں تو وہ بیان ہے۔ بیان کس کو کہتے ہیں؟ ایک چیز دوسری چیز سے الگ ہو جائے۔ بَانَ کا مطلب ہے کھل کر بیان ہوگئی۔ فرق نمایاں ہے، فرق بیّن ہے۔

اس لئے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ﴾۔ یہ بیان جو ہے اس کو بولنے، چالنے کی تمیز سکھائی،۔ اس کو اپنا مقصد بیان کرنا سکھایا۔ اس کو اچھے، برے کی تمیز سکھائی۔ اس سب چیز کو بیان کہتے ہیں۔ جو چیز دل کی کھل کر بیان کریں اس کو کہتے ہیں قوّتِ بیان یعنی بیان کرنے کی قوت۔

(اردو کلاس نمبر ۳۱۳۔ منعقدہ ۲۱/۱اکتوبر ۱۹۹۷ء)

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ)

هفته رفته۔عالمی خبریں

(ہدایت زمانی۔لندن)

عراق کے خلاف سلامتی کونسل میں نئی قرارداد

امریکہ، برطانیہ اور سپین کی طرف سے سلامتی کونسل میں ایک نئی قرارداد پیش کر دی گئی ہے جس کا مقصد عراق کے خلاف جنگ کی راہ کو ہموار کرنا ہے۔ فرانس، جرمنی، روس اور چین اس قرارداد کے خلاف ہیں۔ ان ممالک کے نزدیک اسلحہ انسپکٹروں کو اپنا کام مکمل کرنے کے لئے مزید وقت دینا چاہئے۔ امریکہ نے کہا ہے کہ اگر اس کی طرف سے پیش کردہ نئی قرارداد کا ویٹو بھی کیا گیا تب بھی عراق پر حملہ کر دیا جائے گا۔

عراق کے خلاف جنگ سے دنیا میں اختلافات بڑھ جائیں گے۔ (پوپ)

برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیر سے ملاقات کرتے ہوئے پوپ نے عراق کے خلاف جنگ کی مخالفت کی اور کہا کہ صدام حکومت کے خلاف ممکنہ جنگ سے دنیا میں اختلافات بڑھ جائیں گے۔ پوپ نے اپنے پیروکاروں سے اپیل کی ہے کہ وہ مسئلہ عراق کے پُرامن حل کے لئے دعا کریں۔

عراق کے خلاف جنگ اقوام متحدہ کے منشور کے خلاف ہوگی۔ (کلیساؤں کی عالمی کونسل)

کلیساؤں کی عالمی کونسل نے کہا ہے کہ عراق کے خلاف جنگ غیر دانشمندانہ اور اقوام متحدہ کے منشور کے خلاف ہے۔ کونسل کی ایگزیکٹو کمیٹی کی جانب سے جاری کئے جانے والے بیان میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ دنیا کے طاقتور ترین ممالک جنگوں کو خارجہ پالیسی کا حصہ بنا رہے ہیں۔

مغرب دنیا کو فتح کرنے کے لئے دہشت گردی کو استعمال کر رہا ہے (مہاتیر محمد)

ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے کہا ہے کہ عراق کے خلاف جنگ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں، دنیا پر غلبے کی لڑائی ہے۔ تمام ممالک کو مساوی اختیارات والے نظام کی ضرورت ہے۔ مغربی طاقتیں اگر عراق میں کامیاب ہوگئیں تو اس کے بعد ایران اور شمالی کوریا کی باری آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ عراقی بحران کا نشانہ صدام حسین کی بجائے اسلام ہے۔

امریکی ہٹ دھرمی نے اقوام عالم کو بدترین بحران میں مبتلا کر دیا ہے (فیڈل کاسترو)

کولمبیا کے صدر فیڈل کاسترو نے ویت نام کی ہنوئی پولی تکنیک یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکی ہٹ دھرمی پر مبنی پالیسیوں نے اقوام عالم کو بدترین بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بہت جلد کوئی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ امریکہ اب رومن سلطنت کی طرح زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا۔

میں سچ کے لئے آواز بلند کرتی رہوں گی۔ (کلیر شارٹ)

برطانیہ کی اوورسیز ڈیویلپمینٹ کی وزیر کلیر شارٹ نے حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ میں عقابی سوچ رکھنے والے مشرقِ وسطیٰ میں جنگ شروع کرنا چاہتے ہیں اور عراق پر حملے کے لئے بے تاب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں سخت مؤقف رکھنے والے مسلمان دنیا کو مغرب سے لڑانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے خبردار کیا کہ امریکہ کے اقدام سے اقوام متحدہ کی تضحیک ہوگی۔ بیان جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ طاقت استعمال کرنے کے بارے میں انہیں اپنے ضمیر سے جنگ کرنا پڑ رہی ہے اور وہ راتیں جاگ کر گزار رہی ہیں مگر وہ مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ سچ کے لئے آواز بلند کرتی رہیں گی۔

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینجر)

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

ربوہ اور پاکستان کے کسی بھی شہر میں رقم کی فوری ادائیگی کے لئے ہم آپ کو بہترین نرخ اور اچھی خدمت کی ضمانت دیتے ہیں۔

NEXUS MONEY EXCHANGE

363- HIGH ROAD ILFOAD LONDON, IG1 1TF

Tel: 020 8478 2622 Fax:020 8553 5917

Contact: ***AFTAB CHOUDHURY***

F0ZMAN FOODS

A LEADING BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.N.T.SHOPS

2- SANDY HILL ROAD ILFORD, ESSEX

TELEPHONE

0181-553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیت دعا

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۸/مارچ ۲۰۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃالوحی سے یہ ارشاد منقول ہے: ”ایک دفعہ میرے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی نسبت مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ ان کی زندگی کے تھوڑے دن رہ گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہیں۔ بعد میں وہ یک دفعہ سخت بیمار ہوگئے یہاں تک کہ صرف استخوان باقی رہ گئیں اور اس قدر دبلے ہوگئے کہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے تھے کہ کوئی اس پر بیٹھا ہوا ہے یا خالی چارپائی ہے۔ پاخانہ اور پیشاب اوپر ہی نکل جاتا تھا اور بیہوشی کا عالم رہتا تھا۔ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی مرحوم بڑے حاذق طبیب تھے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ اب یہ حالت یاس اور نومیدی کی ہے، صرف چند روز کی بات ہے۔ مجھ میں اُس وقت جوانی کی قوت موجود تھی اور مجاہدات کی طاقت تھی اور میری فطرت ایسی واقع ہے کہ مَیں ہر ایک بات پر خدا کو قادر جانتا ہوں اور درحقیقت اس کی قدرتوں کا کون انتہاء پا سکتا ہے اور اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔...... مَیں نے دل میں یہ مقرر کرلیا کہ اس دعا میں مَیں تین باتوں میں اپنی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا مَیں حضرت عزت میں اس لائق ہوں کہ میری دعا قبول ہو جائے۔ دوسری یہ کہ کیا خواب اور الہام جو وعید کے رنگ میں آتے ہیں ان کی تاخیر بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تیسری یہ کہ کیا اس درجہ کا بیمار جس کے صرف استخوان باقی ہیں، دعا کے ذریعہ سے اچھا ہوسکتا ہے یا نہیں۔ غرض مَیں نے اس بناء پر دعا کرنی شروع کی۔ پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دعا کے ساتھ ہی تغیر شروع ہوگیا اور اس اثناء میں ایک دوسرے خواب میں مَیں نے دیکھا کہ وہ گویا اپنے دالان میں اپنے قدموں سے چل رہے ہیں اور حالت یہ تھی کہ دوسرا شخص کروٹ بدلتا تھا۔ جب دعا کرتے کرتے پندرہ دن گزر گئے تو اُن میں صحت کے ایک ظاہری آثار پیدا ہوگئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند قدم چلوں۔ چنانچہ وہ کسی قدر سہارے سے اٹھے اور سوٹے کے سہارے سے چلنا شروع کیا اور پھر سوٹا بھی چھوڑ دیا۔ چند روز تک پورے تندرست ہوگئے اور بعد اس کے پندرہ برس تک زندہ رہے اور پھر فوت ہوگئے جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے ان کی زندگی کے پندرہ دن پندرہ سال سے بدل دیئے۔ یہ ہے ہمارا خدا۔“

...... ❁ ...... ❁ ...... ❁ ......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ”ضرورۃالامام“ (مطبوعہ ۱۸۹۷ء) میں فرماتے ہیں: ”مَیں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اِس کا مقابلہ کرسکے۔ مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہوچکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دعا کے بارہ میں ایک مضمون ماہنامہ ”خالد“ مارچ ۲۰۰۲ء میں مکرم عامر شہزاد عادل صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ ہیضہ ہوگیا۔ مرض اتنا بڑھ گیا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے علاج کے بعد کہہ دیا کہ اب بچنا مشکل ہے، زندگی کی نسبت موت زیادہ قریب ہے۔ اس پر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کی گئی۔ آپؑ نے فرمایا: اچھا مَیں دعا کروں گا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد حالت میں تغیر ہوگیا اور صبح تک مَیں بولنے لگا اور دوپہر خاصی طاقت آگئی اور اگلے دن مَیں نے جمعہ کی نماز مسجد اقصٰی میں جاکر ادا کی۔

حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ آف لاہور فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا عبدالمجید ایسا بیمار ہوا کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیا۔ اُس کی شادی میں صرف پندرہ دن تھے۔ مجھے سخت صدمہ ہوا اور گھبرا کر حضرت صاحب کے پاس دعا کے لئے بذریعہ خط التجا کی۔ آپؑ نے فوراً جواب لکھا کہ مَیں نے تمہارا خط آنے پر بہت دعا کی اور وہ دعا قبول ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ دو دن کے اندر مرض بالکل جاتی رہی۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے درد قولنج ہوا اور بڑی تکلیف تھی۔ میاں اسماعیل بھی میرے پاس تھے اور وہ میرے درد کو محسوس کرکے روتے تھے۔ حضرت صاحب آئے اور دعا شروع کی۔ دیر تک دعا کی جس کے دوران درد جاتا رہا اور آرام آگیا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی روایت ہے کہ طاعون کے زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب کو بخار ہوگیا۔ رفتہ رفتہ بخار کی ایسی شدت ہوئی کہ انہوں نے گھبرا کر سمجھا کہ طاعون ہوگیا ہے اس لئے مجھ سے وصیت کی باتیں کرنے لگے۔ مَیں نے ہاتھ لگاکر دیکھا تو بخار شدید تھا۔ اسی اثناء میں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے، آپؑ کے چہرہ پر تبسم تھا اور آپؑ نے ایک جذبہ کے ساتھ اپنا ہاتھ مولوی صاحب کے بازو پر مارا اور نبض دیکھ کر فرمایا: آپ گھبراتے کیوں ہیں، آپ کو تو بخار نہیں ہے۔ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا سلسلہ ہی جھوٹا ہے۔ (چونکہ حضور علیہ السلام ایسا الہام شائع کرچکے تھے کہ میرے گھر میں رہنے والے طاعون سے محفوظ رہیں گے)۔ حضورؑ کے ایسا فرمانے پر مَیں نے ہاتھ بڑھاکر دیکھا تو فی الواقعہ بخار اترا ہوا تھا۔ پھر وہ جلد ہی تندرست ہوگئے۔

حضرت حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۷ء میں میرا لڑکا تولد ہوا تو ساتویں دن میری بیوی کو تشنج کے آثار معلوم ہوئے۔ زچہ کے لئے یہ مرض بڑی خطرناک ہوتی ہے اور اُن دنوں اس سے بہت اموات واقع ہورہی تھیں۔ مغرب کے بعد مَیں نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ تو بڑی خطرناک مرض کا پیش خیمہ ہے، فوراً اس کو دس رتی ہینگ دیدو اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد مجھے اطلاع دو۔ مَیں عشاء کے بعد پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مرض میں ترقی ہوگئی ہے۔ فرمایا دس رتی کونین دیدو اور ایک گھنٹہ بعد مجھے اطلاع دو، یہ نہ سمجھنا کہ مَیں سو گیا ہوں، بے تکلّف مردانہ سیڑھیوں سے آواز دو۔ چنانچہ ایک گھنٹہ بعد مَیں نے جاکر عرض کیا کہ کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ فرمایا دس رتی مشک دیدو۔ عرض کیا: مشک کہاں سے لاؤں؟۔ آپؑ مٹھی بھر کر مشک لے آئے۔ مَیں نے عرض کیا یہ زیادہ ہے۔ فرمایا: لے جاؤ، پھر کام آئے گا۔ ایک گھنٹہ بعد مَیں پھر گیا اور عرض کیا کہ مرض میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ فرمایا: دس تولہ کسٹر آئل دیدو۔ مَیں نے یہ بھی کردیا۔ اس کے بعد اُس کو بہت قے ہوئی۔ یہ اس مرض کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ پھر اس کا سانس اکھڑ گیا، گردن پیچھے کو کھنچ گئی، زبان بند ہوگئی اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ مَیں بھاگ کر گیا اور حالت عرض کی۔ فرمایا دنیا کے جتنے ہتھیار تھے، وہ تو ہم نے چلا لئے، اب ایک ہتھیار باقی ہے اور وہ دعا ہے۔ تم جاؤ، مَیں دعا سے اس وقت سر اٹھاؤں گا جب اسے صحت ہوگی۔ یہ سن کر مَیں لوٹ آیا۔ رات کے دو بجے تھے، مریضہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں جاکر سو رہا۔ صبح کسی آہٹ سے میری آنکھ کھلی۔ دیکھا تو بیوی برتن درست کر رہی تھی۔ مَیں نے حال پوچھا تو کہنے لگی کہ آپ تو سو رہے اور مجھے دو گھنٹہ بعد اللہ تعالیٰ نے فضل کردیا۔

...... ❁ ...... ❁ ...... ❁ ......

حضرت سماک بن خرشہؓ (ابودجانہ)

غزوۂ اُحد کے روز آنحضرت ﷺ نے ایک تلوار اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا: کون ہے جو اس تلوار کو لیگا؟ ہر طرف سے ہاتھ اوپر بلند ہوئے جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت زبیرؓ بن العوام جیسے جری صحابہؓ بھی شامل تھے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: کون اس تلوار کا حق ادا کریگا؟۔ یکدم سب ہاتھ نیچے ہوگئے۔ چند لمحوں کے بعد ایک صحابیؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! مَیں اس کا حق ادا کروں گا۔ آنحضور ﷺ نے تلوار اس صحابی کو عطا فرمائی جنہوں نے میدان اُحد میں اس کا حق بہت عمدگی سے ادا کیا۔ یہ تھے حضرت سماک بن خرشہؓ (جن کی کنیت ابودجانہ تھی)۔ اُحد سے واپس آکر حضرت علیؓ نے جب کہا کہ آج مَیں خوب لڑا ہوں تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم خوب لڑے ہو تو سھل بن حنیف اور ابودجانہ بھی تو خوب لڑے ہیں۔

آپؓ کے بارہ میں مکرم فرید احمد بھٹی صاحب کا ایک مضمون ماہنامہ ”خالد“ اگست ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت ہے۔

آپؓ کا تعلق قبیلہ ساعدہ سے تھا۔ ابھی آنحضرت ﷺ نے مکہ سے ہجرت نہیں فرمائی تھی کہ ابودجانہ نے آنحضورؐ کی دعوت الی اللہ کا حال سنا اور اُسی وقت غائبانہ ایمان لے آئے۔ آنحضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے پر آپؓ نے حضورؐ کی رفاقت کو اپنا شعار بنالیا۔ غزوات کے ہر معرکہ میں آپؓ نے شجاعت کا ثبوت دیا۔ بدر کے میدان میں چار نامور کافر آپؓ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے۔ احد کے موقع پر آنحضور ﷺ سے تلوار لے کر آپؓ نے سرخ رومال سر پر باندھا اور فخر سے اکڑتے ہوئے میدان جنگ کی طرف چلے۔ یہ دیکھ کر آنحضورؐ نے فرمایا: اگرچہ یہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کوئی حرج نہیں۔

آپؓ میدان کی طرف جاتے ہوئے رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے: ”مَیں وہ ہوں جس سے میرے خلیل نے عہد لیا ہے۔ اس حال میں کہ ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب ہیں کہ مَیں زندگی بھر آخری صف میں کھڑا نہ ہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تلوار سے وار کرتا چلا جاؤں گا“۔

آپؓ جنگ میں بہادری سے لڑتے ہوئے مشرکین کی اُن عورتوں کے قریب پہنچ گئے جو چٹان پر بیٹھ کر ہند بن عتبہ کی سرکردگی میں اشعار پڑھ کر کفار کو مقابلہ کے لئے ابھار رہی تھیں۔ آپؓ نے ہند کی گردن پر تلوار رکھ دی لیکن فوراً اٹھالی۔ بعد میں حضرت زبیرؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے اس بات سے شرم اور کراہت محسوس ہوئی کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں اور عورت بھی وہ کہ جس کی پکار پر کوئی اُس کی مدد کے لئے نہیں پہنچا“۔

غزوہ بنونضیر میں آنحضور ﷺ نے خود اپنے مال سے حضرت ابودجانہؓ کو حصہ دیا اور اُن کی یہ جائیداد مال ابن خرشہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں حضرت ابودجانہؓ بھی شامل ہوئے۔ ایک موقعہ پر جب مسیلمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک باغ میں چلا گیا اور وہاں سے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کردیئے تو آپؓ مردانہ وار آگے بڑھے۔ باغ کی دیوار پھاندی۔ اگرچہ پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی لیکن آپؓ گھسٹتے ہوئے باغ کے دروازہ تک پہنچے۔ اُس وقت تک حضرت براءؓ بن مالک بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ دونوں نے دروازہ کھول دیا اور مجاہدین اسلام باغ میں داخل ہوگئے۔ کچھ دیر میں مرتدین نے آپؓ کو نرغہ میں لیکر تلواروں سے چھلنی کردیا اور آپؓ شہید ہوگئے۔

...... ❁ ...... ❁ ...... ❁ ......

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611

Vol. 10 | Friday, March 14, 2003 | Issue No. 11

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

’’نورانی‘‘ جماعت کی نسبت مفتی سعودی عرب کا فتویٰ

پاکستانی ملّاؤں نے انتخاب جیتنے کے لئے متحدہ مجلس عمل بنا رکھی ہے جس کی صدارت بریلوی جماعت کے سربراہ احمد شاہ نورانی کے سپرد ہے۔ ذیل میں ’’نورانی جماعت‘‘ سے متعلق مفتی سعودی عرب (عبداللہ بن باز) کا فتویٰ (۹۰-۳) ھدیہ قارئین کیا جاتا ہے:۔

’’ سوال: پاکستان میں ایک خاص جماعت ’’بریلوی‘‘ یا ’’نورانی‘‘ جماعت کہلاتی ہے۔ یہ نام ان کے موجودہ لیڈر کی نسبت ہے۔ میں آپ سے ان کے متعلق اور ان کے عقیدہ کے متعلق اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق شرعی حکم معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے بہت سے لوگوں کو اطمینان حاصل ہو جائے جو ان کی حقیقت سے واقف نہیں۔ میں ان کے بعض مشہور عقائد عرض کرتا ہوں۔

(۱)......رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔

(۲)...... رسول اللہ ﷺ حاضر ناظر ہیں۔ خصوصاً نماز جمعہ کے فوراً بعد یا جس مجلس میں آپ کا ذکر ہو آپ حاضر ہو جاتے ہیں۔

(۳)...... یہ عقیدہ کہ رسول اکرم ﷺ کی شفاعت پہلے ہی قبول ہو چکی ہے اور آپ ہمارا سب کا جنت میں داخلہ کروا دیں گے۔

(۴)...... یہ لوگ اولیاء کرام اور قبروں میں مدفون افراد سے کچھ اس طرح کی عقیدت رکھتے ہیں کہ ان کے پاس نماز پڑھتے ہیں اور ان سے حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں۔

(۵)......قبروں پر گنبد بناتے اور روشنی کرتے ہیں۔

(۶)...... یارسول اللہ! اور یا محمد (ﷺ) کہتے ہیں۔

(۷)......نماز میں رفع الیدین کرنے اور آمین بلند آواز سے کہنے والے سے ناراض ہوتے اور اسے وہابی قرار دیتے ہیں۔

(۸)......نماز کے وقت مسواک کرنے پر شدید تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔

(۹)......وضو اور اذان کے دوران اور نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگلیاں (انگوٹھے) چومتے ہیں۔

(۱۰)......نماز کے بعد ہمیشہ ان کا امام یہ آیت پڑھتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰـہَ وَ مَلٰٓئِکَتَـہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ (الاحزاب:۳۳۔۵۶) اس کے بعد تمام نمازی اجتماعی طور پر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔

(۱۱)......نماز جمعہ کے بعد دائرہ کی صورت میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے شعر پڑھتے ہیں۔

(۱۲)......رمضان کے مہینہ میں تراویح میں جب قرآن مجید ختم ہوتا ہے تو بہت سا کھانا پکا کر مسجد کے صحن میں تقسیم کرتے ہیں اور مٹھائی بانٹتے ہیں۔

(۱۳)......مسجدیں بنا کر انہیں بڑے اہتمام سے نقش و نگار سے مزین کرتے ہیں اور محراب پر یا محمد لکھتے ہیں۔

(۱۴)......خود کو صحیح اہل سنت اور صحیح عقیدہ کے حامل سمجھتے ہیں اور دوسروں کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔

(۱۵)......ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

واضح رہے کہ میں کراچی میں طب (ڈاکٹری) کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں اور میری رہائش ایک مسجد کے قریب ہے جس پر اس بریلوی جماعت کا کنٹرول ہے۔

جواب: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ حْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَعْدُ:

جس شخص کے یہی حالات ہوں اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے اور اگر کوئی نمازی اس کی اس حالت سے واقف ہونے کے باوجود اس کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں ۔ کیونکہ سوال میں مذکورہ امور میں سے اکثر کفریہ اور بدعیہ ہیں جو اس توحید کے خلاف ہیں جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور جو اس نے اپنی کتابوں میں بیان فرمائی ۔ مذکورہ عقائد و اعمال قرآن مجید سے صاف طور پر ٹکراتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِ نَّھُمْ مَیِّتُوْنَ﴾
(الزمر ۳۹ : ۳۰)

(اے نبی!) آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

اور فرمایا:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا﴾ (الجن ۷۲ :۱۸)

بلاشبہ مسجدیں اللہ کی ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

یہ لوگ جو بدعتیں کرتے ہیں ، انہیں ان سے احسن انداز سے منع کرنا چاہئے ۔ اگر وہ لوگ مان جائیں تو الحمد للہ ، ورنہ انہیں چھوڑ کر اہل سنت کی مسجدوں میں نماز پڑھی جائے۔ جناب خلیل الرحمان ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمان ایک اچھا اسوہ پیش کرتا ہے:

﴿وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰٓی اَلَّا اَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیًّا﴾ (مریم ۱۹:۴۸)

میں تم سے الگ ہو جاؤں گا اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ان سے بھی دور رہوں گا) اور اپنے رب کو پکاروں گا۔ امید ہے کہ اپنے رب کو پکار کر میں بدنصیب نہیں رہوں گا۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

اللجنة الدائمة، رکن: عبداللہ بن قعود، نائب صدر: عبدالرزاق عفیفی، صدر: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز‘‘

(فتاویٰ دارالافتاء سعودی عرب جلد دوم صفحہ ۲۵۵۔۲۵۶ ترجمہ عطاء اللہ ساجد صاحب مدینہ یونیورسٹی۔ طبع اول۔ جنوری ۱۹۹۹ء۔ پبلشر اردو بازار رحمان مارکیٹ لاہور)

☆☆......☆☆......☆☆

پاکستان کی ’’مذہبی اور دینی‘‘ جماعتوں کا بدترین رول

روزنامہ ’’دن‘‘ لاہور ۱۱/جنوری ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۱ میں معاصر کے نامور کالم نویس جناب مرزا ایوب بیگ صاحب کے قلم سے عبرت خیز شذرہ بعنوان ’’روؤں دل کو کہ پیٹوں جگر کو میں‘‘:

’’ بدترین رول دینی اور مذہبی جماعتوں نے ادا کیا ہے۔ وہ اس نعرہ کا ذکر تو بہت کرتے ہیں، پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللّٰہ لیکن اللہ کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے کبھی سنجیدہ کوشش نہیں کی ۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی اپنا **الٰہ اقتدار اور کرسی کو بنا چکے ہیں**۔ انہوں نے بحالیٔ جمہوریت کے لئے اتحاد قائم کئے ۔ عوامی تحریکیں چلائیں ۔ کامیاب بھی رہے لیکن خالصۃً اسلام کے حوالے سے وہ نہ کبھی متحد ہوئے نہ کوئی عوامی تحریک اٹھائی گئی ہاں البتہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے **اسلام کا نعرہ خوب لگایا** اور عوامی تحریک کی کامیابی کے لئے نظام مصطفیٰ کا لیبل لگایا۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ نظام مصطفیٰ کی تحریک میں جلسے اور جلوسوں کے دوران نظام کی امامت پر جھگڑے ہوئے اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا گیا۔ ایک سیکولر جماعت کی خاتون کو مسجد شہداء کے منبر پر بٹھا دیا گیا اور سیاسی مقاصد حاصل ہوتے ہی نظام مصطفیٰ تحریک ٹھپ کر دی گئی۔

ماضی میں دینی جماعتیں الگ الگ انتخابات میں حصہ لیتی تھیں۔ ہر جماعت اپنا اسلام پیش کرتی جس سے فرقہ وارانہ منافرت پیدا ہوئی اور بعد ازاں اس منافرت نے ایسے اژدھا کو جنم دیا جس نے مساجد کی حرمت بھی ہڑپ کر لی اور لوگ سٹین گنوں کے سائے میں نماز پڑھنے پر مجبور ہوئے۔ بالآخر مجلس عمل کی صورت میں اتحاد قائم ہوا تاکہ انتخابات میں کامیابی حاصل ہو سکے۔ عوام نے ساتھ دیا اور اسمبلی میں مناسب نشستیں حاصل ہو گئیں تو **دینی جماعتوں کے قائدین نے وزارت عظمیٰ کی خاطر سیکولر جماعتوں کے حضور حاضری دی ۔ یورپ اور امریکہ کے سفراء کو اکٹھا کر کے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ مخلوط تعلیم اور حجاب کے بارے میں پکار پکار کر لچک کا اظہار کیا‘‘۔**

****

ایک تین اور تین ایک

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لنڈن میں عیسائیوں کا ایک کتب خانہ تھا۔ جس پر لکھا تھا۔ ’’تثلیثی کتب خانہ‘‘ میں نے اس کے اندر جا کر کتب فروش سے سوال کیا کہ تثلیثی کتب خانے سے کیا مراد ہے۔ اس نے عیسائی پادریوں کی طرح ایک لمبی تقریر کی ۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا تین ہیں۔ باپ بیٹا اور روح القدس مگر تین ایک ہیں اور ایک تین۔

میں نے اس سے بحث شروع کی کہ بات علم ریاضی کے بالکل خلاف ہے۔ مگر وہ اپنی بات سے نہ ہٹا۔ تب میں نے ایک کتاب اٹھائی اور کہا کہ میں اس کو خریدنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اس کی قیمت تین شلنگ ہے ۔ میں نے اس کے سامنے ایک شلنگ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اس نے کہا دو شلنگ اور دیجئے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ کوئی حرج نہیں ایک تین ہیں اور تین ایک ۔ کتب فروش مسکرایا اور بولا جناب مذہب کی بات اَور ہے اور کاروباری بات اَور۔

(صادق بیتی)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔